آمین بالجہر کے دلائل اور مانعین کے شبہات کا ازالہ

القول المتین فی الجہر بالتامین

تالیف

حافظ زبیر علی زئی

نعمان پبلیکیشنز

آمین بالجہر کے دلائل اور مانعین کے شبہات کا ازالہ
القول المتین
في
الجهر بالتأمین
تالیف
حافظ زبیر علی زئی
نعمانی پبلیکیشنز

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامیہ

لاہور | بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون: 042-7244973
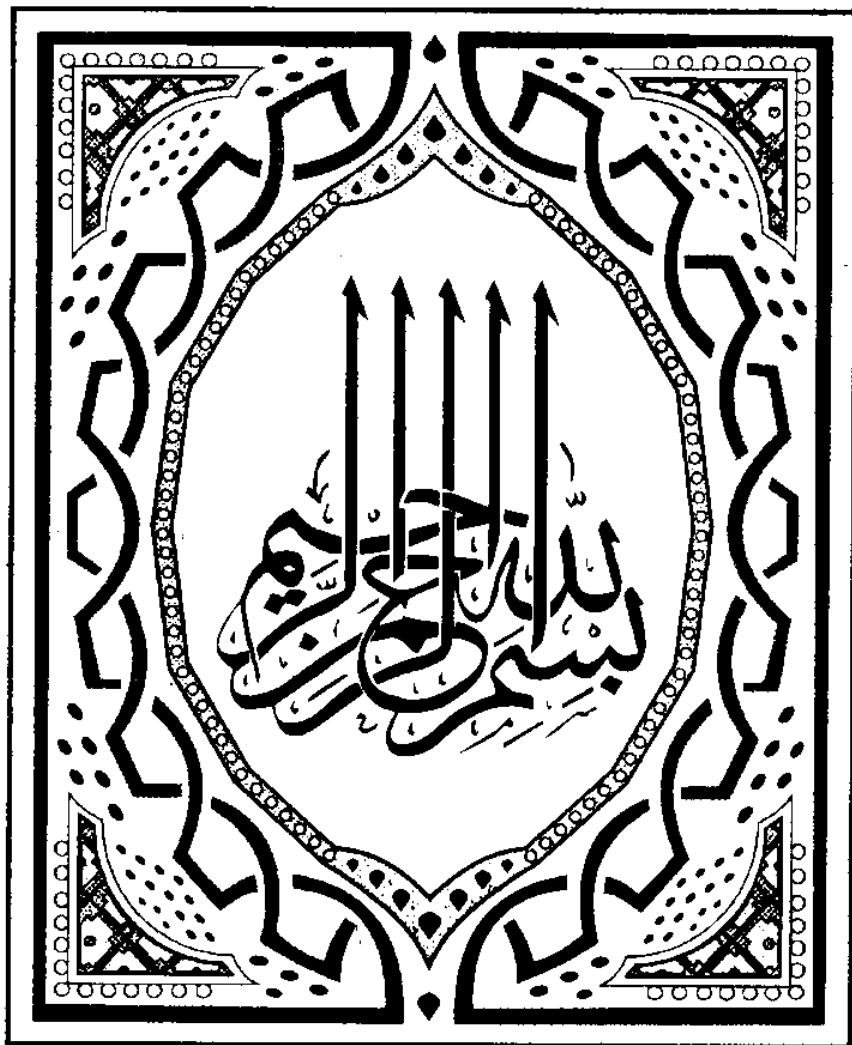
فیصل آباد | بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون: 041-2631204

اٹک | مکتبۃ الحدیث حضرو فون: 057-2310571

فہرست ابواب ومضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمة: القول المتین فی الجهر بالتأمین

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له وأشهدأن لا إلٰه إلا الله وحده لا شريك له وأنّ محمدًا عبده ورسوله ، أما بعد:

فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمدﷺ و شر الأمور محدثاتها و كل بدعة ضلالة.

نماز دینِ اسلام کا دوسرا اہم رکن اور قربِ الٰہی کا بہترین ذریعہ ہے، جہاں اللہ رب العزت نے مواظبتِ نماز کو فرض قرار دیا، وہاں رسول اللہ ﷺ نے ((صلوا كما رأيتموني أصلي)) کی شرط عائد فرمائی یعنی تکبیر تحریمہ سے تسلیم تک تمام امور کا طریقۂ نبوی ﷺ کے مطابق ہونا ضروری ہے، انھی امور میں سے (نماز کے) بعض مسائل ایسے ہیں جو احادیثِ صحیحہ اور عملِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہونے کے باوجود بعض لوگوں کے اعتراضات کی بھینٹ چڑھے ہوئے ہیں۔ مثلاً:

(۱) آمین بالجہر

(۲) رفع الیدین قبل الرکوع وبعدہ

(۳) فاتحہ خلف الامام

(۴) ایک وتر.....

حالانکہ یہ سارے مسئلے شافعیہ یا حنابلہ سے بھی ثابت ہیں، اور ان کے علاقوں میں ان مسائل پر بالتواتر عمل بھی ہو رہا ہے، لہٰذا ان مسائل پر غیر اہلِ حدیث کے اعتراضات و

مخالفت اصولاً باطل ہیں۔

اختلاف کے بنیادی اسباب

اہلِ حدیث (اہلِ سنت) اور غیر اہلِ حدیث کے درمیان اصل اختلاف ایمان، عقائد اور اصول میں ہے اس اختلاف کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

اتباع رسول ﷺ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾

(اے نبی!) کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا اور اللہ بڑا معاف کرنے والا رحیم ہے۔ (ان سے) کہو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ منہ پھیریں (انکار کریں) تو بے شک اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔ (آل عمران:۳۱، ۳۲)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾

اور ان (رسول اللہ ﷺ) کی اتباع کرو تاکہ تمھیں ہدایت نصیب ہو۔ (الاعراف:۱۵۸)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾

(کہہ دو) اور میری اتباع کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ (الزخرف:۶۱)

سورۃ النسآء (۵۹) میں فیصلہ کن انداز میں ارشاد ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾

اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تنازعہ (اختلاف) کی صورت میں اللہ اور رسول کی طرف (ہی) رجوع کرو۔

اس کے برعکس غیر اہل حدیث اتباع رسول ﷺ کے بجائے تقلید شخصی کو واجب گردانتے ہیں جیسا کہ محمود حسن دیوبندی کہتے ہیں:

'' آپ ہم سے وجوبِ تقلید کی دلیل کے طالب ہیں۔ ہم آپ سے وجوب اتباعِ محمدی ﷺ و وجوبِ اتباعِ قرآنی کی سند کے طالب ہیں'' (ادلۂ کاملہ مع تسہیل ص ۷۸)

مزید کہتے ہیں: ''ہم نے آپ سے وجوب اتباع نبوی کے ثبوت کے لئے نص صریح طلب کی تھی سو اس کا جواب معقول تو ندارد'' (ایضاح الادلہ طبع قدیم ص ۹۹)

؎ آنکھیں ہیں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

تقلید؟

لغت کی کتاب ''القاموس الوحید'' میں تقلید کا درج ذیل مفہوم لکھا ہوا ہے:

''بے سوچے سمجھے یا بے دلیل پیروی، نقل، سپردگی''

''بلا دلیل پیروی، آنکھ بند کر کے کسی کے پیچھے چلنا، کسی کی نقل اتارنا جیسے ''قلّد القرد الإنسان '' (ص ۱۳۴۶) نیز دیکھئے المعجم الوسیط (ص ۷۵۴)

مفتی احمد یار نعیمی بدایوانی بریلوی نے غزالی سے نقل کیا ہے:

'' التقليد هو قبول قول بلا حجة '' (جاء الحق ج ا ص ۱۵ طبع قدیم)

یعنی بغیر حجت (دلیل) کے کسی قول کو قبول کرنا تقلید ہے۔

اشرف علی تھانوی دیوبندی سے پوچھا گیا:

''تقلید کی حقیقت کیا ہے اور تقلید کس کو کہتے ہیں''؟ تو انھوں نے فرمایا: ''تقلید کہتے ہیں امتی کا قول ماننا بلا دلیل'' عرض کیا گیا کہ کیا اللہ اور رسول ﷺ کے قول کو ماننا بھی تقلید کہلائے گا؟ فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننا تقلید نہ کہلائے گا وہ اتباع کہلاتا ہے''

(الافاضات الیومیہ رملفوظات حکیم الامت ۳ر۱۵۹ ملفوظ ۲۲۸)

یاد رہے کہ اصولِ فقہ میں لکھا ہوا ہے: قرآن ماننا، رسول ﷺ کی حدیث ماننا، اجماع ماننا، گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کرنا، عوام کا علماء کی طرف رجوع کرنا (اور مسئلہ پوچھ کر عمل کرنا) تقلید نہیں ہے۔ (دیکھئے مسلم الثبوت ص۲۸۹ والتقریر والتحبیر ج۳ص۴۵۳)

محمد عبید اللہ الاسعدی دیوبندی تقلید کے اصطلاحی مفہوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کسی کی بات کو بلا دلیل مان لینا تقلید کی اصل حقیقت یہی ہے لیکن...'' (اصول الفقہ ص۲۶۷)

اصل حقیقت کو چھوڑ کر نام نہاد دیوبندی فقہاء کی تحریفات کون سنتا ہے!

احمد یار نعیمی بریلوی لکھتے ہیں:

''اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان کا ہر قول وفعل دلیل شرعی ہے، تقلید میں ہوتا ہے: دلیل شرعی کو نہ دیکھنا، لہٰذا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد اسی طرح صحابۂ کرام وآئمۂ دین حضور علیہ السلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ مولوی آدمی ہے کتاب سے دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے۔'' (جاء الحق ج۱ص۱۶)

معلوم ہوا کہ تقلید کرنے والا قرآن وحدیث واجماع کو نہیں دیکھتا بلکہ آنکھیں بند کرکے اپنے مقرر کردہ امام وپیشوا کی بلا دلیل اندھا دھند پیروی کرتا ہے۔ یہ تقلید کی شناعت ایسی تھی کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' أما زلة عالم فإن اهتدیٰ فلا تقلدوه دینکم '' اور رہی عالم کی غلطی، پس اگر وہ ہدایت پر (بھی) ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔

(کتاب الزہد للامام وکیع ج۱ص۳۰۰ ح۷۱ وسندہ حسن، کتاب الزہد لابی داود ص۷۷ ح۱۹۳ وحلیۃ الاولیاء ج۵ ص۹۷ وجامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ج۲ص۱۳۶ والاحکام لابن حزم ج۶ص۲۳۶ وصححہ ابن القیم فی اعلام الموقعین ج۲ص۲۳۹)

اس روایت کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا:

''والموقوف هو الصحيح'' اور (یہ) موقوف (روایت) ہی صحیح ہے۔

(العلل الواردۃ ج ٦ ص ٨١ سوال ٩٩٢)

اس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان فتوے کے مقابلے میں غیر اہلِ حدیث تقلید کے ''گن گاتے رہتے ہیں'' جیسا کہ مفتی احمد یار بریلوی اعلان کرتے ہیں:

''اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے، ہم یہ آیت و احادیث مسائل کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں۔ احادیث یا آیات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں...''

(جاء الحق ج ٢ ص ٩١ قنوت نازلہ)

مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''غرضیکہ یہ مسئلہ اب تک تشنۂ تحقیق ہے معہٰذا ہمارا فتویٰ اور عمل، قولِ امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق ہی رہے گا، اس لئے کہ ہم امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد ہیں اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفۂ مجتہد ہے۔'' (ارشاد القاری ص ٤١٢)

مزید کہتے ہیں کہ ''رجوع الی الحدیث وظیفۂ مقلد نہیں'' (احسن الفتاویٰ ج ٣ ص ٥٠)

مفتی صاحبان کے بیانات سے معلوم ہوا کہ غیر اہل حدیث مقلدین کے نزدیک قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد سے استدلال و حجت جائز نہیں ہے۔ یہ لوگ ادلۂ اربعہ کے بجائے صرف اپنے مزعوم امام کے اقوال و افعال کو فروعی مسائل میں اپنے مولویوں کے مفتیٰ بہا اقوال کی روشنی میں ہی حجت مانتے ہیں۔

اسی طرح مفتی محمد دیوبندی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ ''عوام کے لئے دلائل طلب کرنا جائز نہیں۔'' (ضرب مومن / ہفت روزہ اخبار ج ٣ شمارہ ١٥، ٩ تا ١٥ اپریل ١٩٩٩ء ص ٦ آپ کے مسائل کا حل، مسبوق سجدہ سہو میں سلام نہ پھیرے)

عقائد

(۱) رسول: مشکل کشا؟

حاجی امداد اللہ کا دیوبندیوں میں بڑا مقام ہے، انھیں سید الطائفۃ الدیوبندیہ سمجھا جاتا ہے، دیکھئے عبدالرشید ارشد دیوبندی کی کتاب ''بیس بڑے مسلمان'' (ص ۸۴۔۱۱۰)

رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے حاجی امداد اللہ صاحب ''مناجات'' لکھتے ہیں:

''یارسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے آپ کی امداد ہو میرا یا نبیؐ حال ابتر ہوا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے میرے مشکل کشا فریاد ہے''

(کلیات امدادیہ ص ۹۰، ۹۱)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ مشکل کشا ہیں۔!

(۲) علی: مشکل کشا؟

حاجی امداد اللہ صاحب نے مزید کہا:

''دور کر دل سے حجاب جہل و غفلت میرے رب کھول دے دل میں درِ علم حقیقت میرے اب
ہادیٔ عالم علی مشکل کشا کے واسطے'' (ایضاً ص ۱۰۳)

(۳) قبر سے دستگیری؟

اشرف علی تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں: ''جب اثر مزار شریف کا بیان آیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کا محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا، اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر پائیں قبر سے ملا کرتا

ہے(حاشیہ)قولہ وظیفہ مقررہ اقول یہ منجملہ کرامات کے ہے ۱۲''

(امداد المشتاق ص ۱۱۷ الفقرہ نمبر ۲۹۰)

؎ یہ رہزن ہیں جنھیں تم رہبر سمجھتے ہو۔

(۴) ڈوبتی کشتی اور بیڑا پار؟

کرامات امدادیہ میں لکھا ہوا ہے: ''ایک نہایت معتبر شخص ولایتی بیان کرتے تھے کہ میرے ایک دوست جو جناب بقیۃ السلف حجۃ الخلف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ الکل فی الکل حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب چشتی صابری تھانوی ثم المکی سلمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے۔ حج خانہ کعبہ کو تشریف لئے جاتے تھے، بمبئی سے آگبوٹ میں سوار ہوئے، آگبوٹ نے چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے یا دوبارہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں اسی مایوسانہ حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا کہ اس وقت سے زیادہ اور کون سا وقت امداد کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر و کارساز مطلق ہے اسی وقت ان کا آگبوٹ غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ ادھر تو یہ قصہ پیش آیا اُدھر اگلے روز مخدوم جہاں اپنے خادم سے بولے: ذرا میری کمر دباؤ نہایت درد کرتی ہے خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے۔ پوچھا: حضرت یہ کیا بات ہے؟ کمر کیوں کر چھلی؟ فرمایا: کچھ نہیں، پھر پوچھا، آپ خاموش رہے تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں بھی تشریف نہیں لے گئے۔ فرمایا: ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا، اس میں ایک تمھارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر کو اٹھایا جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی اس سے چھل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔'' (کرامات امدادیہ ص ۱۷، ۱۸ و نسخہ اخریٰ ص ۳۵، ۳۶)

اس طویل عبارت سے درج ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

① مصیبت کے وقت جب آگبوٹ (کشتی) کے ڈوبنے کا ڈر تھا تو دیوبندی مرید نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے پیر "روشن ضمیر" کی طرف مافوق الاسباب رجوع کیا۔

② پیر نے اپنے مرید کی آہ وزاری دور سے سن لی۔

③ پیر نے ڈوبتی کشتی کو بچالیا۔

④ اس کارروائی میں پیر کی کمر چھل کر زخمی ہوگئی۔

⑤ بریلوی حضرات مصیبتوں وغیرہ میں جو اپنے پیروں اور "اولیاء" کو وسیلہ سمجھ کر مدد کے لئے پکارتے ہیں ان کا یہ عمل دیوبندی "کرامت" کے مطابق "بالکل صحیح" ہے۔

⑥ بریلوی حضرات یہ کہتے رہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے ڈوبا ہوا بیڑا پانی سے نکال باہر کیا تھا اور دیوبندی اس کے بارے میں ان کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ دیوبندی حضرات بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ "ڈوبنے والا بیڑا" وہ بھی پانی سے باہر نکال سکتے ہیں! اور "ڈوبے ہوئے بچے کو دوبارہ زندہ کر کے پانی سے باہر نکال سکتے ہیں" دیکھئے بہشتی زیور حصہ ہشتم (ص ۵۱/ ۶۸۹ سری سقطی کی ایک مریدنی کا ذکر)

(۵) اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا!

اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

"آسرا دنیا میں ہے از بس تمھاری ذات کا　　تم سوا اوروں سے ہرگز نہیں ہے کچھ التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا　　آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا"

(شمائم امدادیہ ص ۸۴ وامداد المشتاق ص ۱۱۶ فقرہ ۲۸۸)

(۶) ذاکر اور مذکور دونوں ایک!

حاجی امداد اللہ صاحب نے لکھا ہے: "اور اس کے بعد اس کو ہو ہو کے ذکر میں اس قدر

منہمک ہو جانا چاہئے کہ خود مذکور یعنی (اللہ) ہو جائے۔" (کلیات امدادیہ ص ۱۸)
بریکٹ میں اللہ کا لفظ اصل کتاب کلیات امدادیہ میں لکھا ہوا ہے، معلوم ہوا کہ دیو بندیوں کے نزدیک ذکر کرنے والا کثرتِ ذکر کی وجہ سے خود اللہ بن جاتا ہے۔ !

(۷) خواجہ محمد عثمان، مشکل کشا!

صوفی عبدالحمید سواتی دیو بندی نے بغیر انکار کے لکھا:
"الٰہی بحرمت خواجہ مشکل کشا سید الاولیاء سند الاتقیاء زبدۃ الفقہاء رأس العلماء ورئیس الفضلاء، شیخ المحدثین قبلۃ السالکین امام العارفین برہان المعرفۃ شمس الحقیقۃ فرید العصر وحید الزمان حاجی الحرمین الشریفین مظہر فیض الرحمان پیر دستگیر حضرت مولانا محمد عثمان رضی اللہ عنہ (فوائد عثمانی ص ۱۷)" انتہیٰ (فیوضات حسینی/تحفہ ابراہیمیہ ص ۶۸، مترجم: صوفی عبدالحمید سواتی دیو بندی)

(۸) عاجزوں کی دستگیری، بیکسوں کی مدد!؟

زکریا صاحب تبلیغی فرماتے ہیں: "رسول خدا نگاہ کرم فرمایئے اے ختم المرسلین رحم فرمایئے (۲) آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں ہم حرماں نصیبوں اور ناکامان قسمت سے آپ کیسے تغافل فرما سکتے ہیں.... (۱۱) عاجزوں کی دستگیری بے کسوں کی مدد فرمایئے اور مخلص عشاق کی دلجوئی اور دلداری کیجئے" (فضائل درود ص ۱۲۸ و تبلیغی نصاب ص ۸۰۶)

(۹) مسئلۂ وحدت الوجود:

حاجی امداد اللہ نے کہا: "مسئلہ وحدت الوجود حق وصحیح ہے، اس مسئلے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے"
(شمائم امدادیہ ص ۳۲ نیز دیکھئے کلیات امدادیہ ص ۲۱۸)

وحدت الوجود کے بارے میں لغت میں لکھا ہوا ہے: "(صوفیوں کی اصطلاح) تمام موجودات کو صرف اعتباری اور فرضی ماننا۔ اصل میں تمام چیزیں وجود خدا ہی ہیں جیسے کہ پانی کہ وہی بلبلہ ہے وہی لہر اور وہی سمندر، وحدہ لا شریک خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔" (جامع نسیم اللغات ص ۱۲۱۵)

معلوم ہوا کہ وحدت الوجود کے عقیدے میں خالق ومخلوق اور عابد ومعبود کا فرق مٹ جاتا ہے۔ بندہ اور خدا دونوں ایک ہی وجود قرار پاتے ہیں۔ رشید احمد گنگوہی نے کہا: ''یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں۔ تیرا ہی ظل ہے۔ تیرا ہی وجود ہے، میں کیا ہوں، کچھ نہیں ہوں، اور جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفر اللہ...'' (مکاتیب رشیدیہ ص۱۰ وفضائل صدقات حصہ دوم ص۵۵۶)

ضامن علی جلال آبادی نے ایک زانیہ عورت کو کہا: ''بی تم شرماتی کیوں ہو؟ کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے۔'' (تذکرۃ الرشید ج۲ ص۲۴۲)

اس ضامن علی کے بارے میں رشید احمد گنگوہی نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

''ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی میں غرق تھے۔'' (تذکرۃ الرشید ج۲ ص۲۴۲)

؎ قباپوشی کے پردے میں جو عیاشی کے رسیا ہوں
میں ایسوں کو راہبر و راہنما کہہ دوں یہ مشکل ہے

ایک شخص نے حاجی امداد اللہ کو کہا کہ آپ کے ''اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد و معبود میں فرق کرنا شرک ہے'' تو حاجی امداد اللہ صاحب نے جواب دیا: ''کوئی شک نہیں ہے کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے...'' (شمائم امدادیہ ص۳۴)

اس باطل عقیدے کے ابطال کے لئے دیکھئے امام ابن تیمیہ کی کتاب ''**ابطال وحدت الوجود والرد علی القائلین بھا**'' (طبع لجنۃ البحث العلمی کویت)

معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث (اہل سنت) کا دیوبندیوں سے اختلاف ایمان، اصول اور عقائد میں ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ دیوبندی حضرات زہر کا پیالہ پی کر خودکشی کر سکتے ہیں مگر عقائد علمائے دیوبند پر کبھی بحث و مذاکرہ نہیں کرتے، یہ لوگ حنفی بھی نہیں ہیں۔ ان کے عقائد اور ہیں اور امام ابوحنیفہ کے عقائد اور.... اپنے آپ کو یہ لوگ حنفی یا اہل سنت کہہ کر امام ابوحنیفہ، حنفیوں اور اہل سنت کو بہت بدنام کرتے ہیں۔ کیا کسی دیوبندی یا بریلوی میں یہ

جرأت ہے کہ وہ اپنے عقائد مثلاً:

رسول مشکل کشا، علی مشکل کشا، وجوب تقلید شخصی، وحدت الوجود حق، وغیرہ اپنے مزعوم اور مقرر کردہ امام ابوحنیفہ ہی سے باسند صحیح و حسن ثابت کر دے!

بعض چالاک قسم کے بریلوی اور دیوبندی حضرات، اہل حدیث: اہل سنت کے خلاف: وحید الزمان حیدر آبادی، نواب صدیق حسن خان، محمد حسین بٹالوی اور نور الحسن وغیرہم کے حوالے پیش کرتے ہیں جس کے رد کے لئے ہم دو گواہ پیش کرتے ہیں:

گواہ اول: حافظ عبداللہ محدث غازی پوری (متوفی ۱۳۳۷ھ) لکھتے ہیں: ''واضح رہے کہ ہمارے مذہب کا اصل الاصول صرف اتباع کتاب و سنت ہے۔''

(ابراء اہل الحدیث والقرآن مما فی جامع الشواہد من التہمۃ والبہتان ص ۳۲)

اس پر حاشیہ لکھتے ہوئے محدث غازی پوری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں: ''اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہل حدیث کو اجماع امت و قیاس شرعی سے انکار ہے کیونکہ جب یہ دونوں کتاب و سنت سے ثابت ہیں تو کتاب و سنت کے ماننے میں ان کا ماننا آ گیا'' (ایضاً ص ۳۲)

معلوم ہوا کہ اہل حدیث کے نزدیک قرآن، حدیث اور اجماع امت حجت ہے اور اجتہاد و قیاس شرعی صحیح بھی جائز ہے، وحید الزمان حیدر آبادی وغیرہ کے اقوال و افعال قرآن ہیں نہ حدیث اور نہ ہی اجماع، لہٰذا اہل حدیث کے خلاف انھیں پیش کرنا جائز نہیں ہے۔

گواہ دوم: مولانا علی محمد سعیدی فتاویٰ علمائے اہل حدیث کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ ''یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مسلک اہل حدیث کا بنیادی اصول صرف کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی پیروی ہے۔ رائے، قیاس، اجتہاد اور اجماع یہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے ماتحت ہیں۔ اصول کی بناء پر اہل حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب و سنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے ورنہ ترک کرے، علمائے حدیث کے فتاویٰ، ان کے مقالہ جات

بلکہ دیگر علمائے امت کے فتاویٰ اسی حیثیت میں ہیں'' (ج۱ص۶)

ہم اگر دیوبندیوں اور بریلویوں کے خلاف فقۂ حنفی کے حوالے پیش کریں تو وہ یہ شرط لگاتے ہیں کہ صرف مفتیٰ بہ قول ہی پیش کیا جائے۔

اسی طرح اہل حدیث کی بھی دو شرطیں ہیں:

اول: حوالہ مذکورہ کے قول وفعل پر تمام اہل حدیث کا اجماع ہو لہٰذا غیر اجماعی حوالوں کو رد کر دیا جائے گا۔

دوم: جس قول وفعل کا رد کیا جا رہا ہے وہ صرف اہل حدیث کا خاصہ ہو، شوافع، حنابلہ اور مالکیہ کا یہ قول وفعل نہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ دیوبندیوں اور بریلویوں کے نزدیک شوافع، حنابلہ اور مالکیہ سب برحق اور اہل سنت ہیں۔ ظاہر ہے کہ تسلیم شدہ حق پر اعتراض باطل ہوتا ہے۔

اس کے مقابلے میں ہم: دیوبندی و بریلوی اکابر کے جو حوالے پیش کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک تسلیم شدہ ہیں۔

گواہ اول: زکریا تبلیغی دیوبندی صاحب ایک شخص کو خط لکھتے ہیں: ''آپ جیسے علامہ کو تو یہ حق ہو سکتا ہے کہ علماء کے اقوال کو ہرگز نہ مانیں لیکن مجھ جیسے کم علم کے لئے تو سب اہل حق معتمد علماء کا قول حجت ہے، میں علماء کے قول کو نہ مان کر کیسے زندگی گزار سکتا ہوں، مجھ میں اتنی استعداد ہی نہیں کہ براہ راست قرآن و حدیث سے ہر مسئلہ پر استدلال کر کے عمل کروں۔'' (کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات ص۱۳۴)

گواہ دوم: اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا: ''شمس الائمہ حلوائی حسب تصریح شامی فقہا کے طبقہ ثالثہ سے ہیں کہ ہمارے لئے ان کا بلکہ ان کے بعد والوں کا قول بھی حجت ہے...''

(امداد الفتاویٰ ج۱ص۱۳۷ جواب، سوال نمبر ۱۹۷)

گواہ سوم: غلام اللہ خان دیوبندی مماتی نے کہا: ''اور میں شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں.... کہ اس برصغیر پاک و ہند میں.... اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کی جماعت

ہے...تو وہ اکابرین علمائے دیوبند ہیں....'' (خطبات شیخ القرآن ج ۱ص ۴۴۶)

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ راقم الحروف نے آمین بالجہر کے بارے میں بہت عرصہ پہلے ایک رسالہ لکھا تھا جو الآثار راولپنڈی میں شائع ہوا تھا۔اب یہی رسالہ اپنی اصل کاپی سے اضافہ اور اصلاح کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

عامۃ المسلمین کے فائدے کے لئے بعض الناس کی کتاب ''حدیث اور اہلحدیث'' اور ''تحقیق مسئلہ آمین'' کا جواب بھی پیش خدمت ہے ۔

تنبیہ: ''حدیث اور اہل حدیث'' نامی کتاب کے باب ''اخفاء التأمین'' کی فوٹو سٹیٹ مُصَغر [Reduce] کر کے ''دیوبندی'' کا لفظ لکھ کر جواب دیا گیا ہے۔

اعلان

آخر میں عرض ہے کہ میری صرف وہی کتاب معتبر ہے جس کے ہر ایڈیشن کے آخر میں میرے دستخط مع تاریخ موجود ہوں، اس شرط کے بغیر کسی شائع شدہ کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ وما علینا إلاالبلاغ (۲۲۔دسمبر ۲۰۰۳ء)

(بعد از مراجعتِ ثانیہ ۱۴ ستمبر ۲۰۰۶ء)

القول المتين فى الجهر بالتأمين

الحمد لله رب العالمين و الصلوٰة و السلام علىٰ رسوله الأمين أما بعد :

اہل الحدیث اور اہل الرائے کے درمیان آمین کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اہل الحدیث کی تحقیق ہے کہ جہری نمازوں میں امام اور مقتدی دونوں کو آمین بالجہر کہنی چاہئے۔ سری نمازوں میں آمین بالسر کہنے پر اجماع ہے۔ اہل الرائے کا خیال ہے کہ جہری نمازوں میں امام اور مقتدی کو آمین بالسر (خفیہ) کہنی چاہیے۔ اس مسئلہ میں جانبین کے دلائل کا علمی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

اہل الحدیث کا تعارف

شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ الحرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" ونحن لا نعني بأهل الحديث المقتصرين علىٰ سماعه أو كتابته أوروايته بل نعني بهم: كل من كان أحق بحفظه و معرفته وفهمه ظاهرًا و باطناً و اتباعه باطناً وظاهراً "

(لفظ) اہلِ حدیث سے ہماری مراد (صرف) وہ لوگ نہیں جو حدیث کے سماع، کتابت اور روایت میں مشغول ہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو حدیث کو یاد کرتے ہیں (حفاظت کرتے ہیں) معرفت اور فہم رکھتے ہیں، نیز ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے اس کی اتباع کرتے ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ج ۴ ص ۹۵)

حافظ ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں:

"وبهذا يتبين أن أحق الناس بأن تكون هي الفرقة الناجية أهل الحديث والسنة الذين ليس لهم متبوع يتعصبون له إلا رسول الله ﷺ "

اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں میں فرقۂ ناجیہ کے سب سے زیادہ حق دار اہل الحدیث والسنہ ہیں جن کا متبوع (وامام) سوائے رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی نہیں ہے اور وہ آپ ہی کے فرامین کی سختی سے پابندی کرتے ہیں۔

(مجموع فتاویٰ ج ۳ ص ۳۴۷)

امام "ثقہ حافظ" احمد بن سنان القطان الواسطی (متوفی ۲۵۹ھ) فرماتے ہیں:

" لیس فی الدنیا مبتدع إلا هو یبغض أهل الحدیث وإذا ابتدع الرجل نزع حلاوة الحدیث من قلبه."

دنیا میں کوئی ایسا بدعتی نہیں جو اہل حدیث سے بغض نہیں رکھتا اور جب کوئی شخص بدعتی ہو جاتا ہے تو حدیث کی مٹھاس اس کے دل سے نکل جاتی ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث ص ۴ وسندہ صحیح، شرف اصحاب الحدیث للخطیب ص ۷۳، عقیدۃ السلف ص ۱۰۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے پوچھا گیا کہ کیا بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداود طیالسی، دارمی، بزار، دارقطنی، بیہقی، ابن خزیمہ اور ابویعلیٰ الموصلی مقلد تھے یا مجتہد؟ تو انھوں نے جواب دیا:

" الحمد لله رب العالمین ، أما البخاري و أبو داود فإماما ن في الفقه من أهل الإجتهاد و أما مسلم والترمذي والنسائي وابن ماجه و ابن خزیمة و أبو یعلی و البزار ونحو هم فهم علی مذهب أهل الحدیث، لیسوا مقلدین لواحد بعینه من العلماء "

سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں (امام) بخاری اور ابوداود تو فقہ میں مجتہد (مطلق) ہیں اور مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابویعلیٰ اور بزار وغیرہم اہل الحدیث کے مذہب (منہج) پر تھے کسی ایک عالم کی تقلید شخصی نہیں کرتے تھے۔ (مجموع فتاویٰ ۲۰/ ۳۹، ۴۰)

اس تمہید کے بعد آمین کی روایات کا مختصر اور جامع جائزہ پیش خدمت ہے:

پہلی حدیث

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا أمن الإمام فأمنوا فإنه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه))

جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہو جائے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(صحیح بخاری باب جہر الإمام بالتأمین ح ۷۸۰ وصحیح مسلم ح ۷۲/۴۱۰)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امام جہر سے آمین کہے۔

امام محمد بن اسحاق بن خزیمۃ النیسابوری (متوفی ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

" في قول النبي صلى الله عليه وسلم: ((إذا أمن الإمام فأمنوا)) مابان وثبت أن الإمام يجهر بآمين ، إذ معلوم عند من يفهم العلم أن النبي صلى الله عليه وسلم لايأمر المأموم أن يقول آمين عند تأمين الإمام إلا والمأموم يعلم أن الإمام يقوله ، ولو كان الإمام يسر آمين لا يجهر به لم يعلم المأموم أن إمامه قال آمين أولم يقله. ومحال أن يقال للرجل إذا قال فلان كذا فقل مثل مقالته وأنت لا تسمع مقالته ، هذا عين المحال، ومالا يتوهمه عالم أن النبي صلى الله عليه وسلم يأمر المأموم أن يقول آمين إذا قاله إمامه وهو لا يسمع تأمين إمامه. "

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو" سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ امام کو جہر سے آمین کہنی چاہیے کیونکہ ہر صاحب علم سمجھ رکھتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی کو امام کی آمین کے وقت آمین کہنے کا حکم نہیں فرماتے مگر مقتدی امام کی آمین

کو جانتا ہے۔اور اگر امام آمین بالسر کہے بالجہر نہ کہے تو مقتدی کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ امام نے آمین کہی ہے یا نہیں کہی ہے اور یہ محال ہے کہ آدمی سے کہا جائے کہ جب فلاں یہ کہے تو تم بھی اسی طرح کہو حالانکہ تم اس کی بات نہیں سن رہے ہو یہ قطعی طور پر محال ہے اور کوئی عالم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ نبی کریم ﷺ مقتدی کو آمین اس وقت کہنے کا حکم دیں جب امام آمین کہے اور مقتدی امام کی آمین نہ سن رہا ہو۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۸۶ ح ۵۷۰)

کئی قرائن امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے اس بیان کی تائید کرتے ہیں:

۱: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری مرفوع احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس حدیث میں آمین بالجہر مراد ہے مثلاً حدیث نعیم المجمر رحمہ اللہ، حدیث اسحٰق بن ابراہیم الزبیدی وغیرہ (تفصیل آئندہ سطور میں آرہی ہے ان شاء اللہ)

۲: منصور بن میسرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضآلين﴾ کہا تو آمین کہی، یہاں تک کہ ہمیں سنا دیا، آپ کے پیچھے جو (نماز پڑھ رہے) تھے انھوں نے بھی آمین کہی......

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۹۵، ۹۶، حدیث ۲۶۳۴)

اس اثر کے سارے راوی ثقہ ہیں، سوائے منصور بن میسرہ (تابعی) کے۔ اگر یہ تصحیف نہیں ہے تو اس کے حالات مجھے معلوم نہیں۔

خالد بن ابی عزہ کے بارے میں ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں: " **فلم أقف علٰى ترجمته ولكنه ثقة علٰى قاعدة ابن حبان** "

مجھے اس کے حالات نہیں ملے لیکن وہ ابن حبان کے قاعدہ پر ثقہ ہیں۔

(اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۷۷)

دیوبندیوں کے نزدیک قرون ثلاثہ میں کسی راوی کا مجہول ہونا چنداں مضر نہیں۔

دیکھئے اعلاء السنن (۳/۱۶۱) ولفظہ: "**والجهالة في القرون الثلاثة لا يضر عندنا**"
اور قرونِ ثلاثہ میں مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔

۳: محدثین نے اس حدیث پر آمین بالجہر کے ابواب باندھے ہیں مثلاً:

①	البخاری الامام	(باب جہر الامام بالتامین)
②	ابن خزیمہ الامام	(باب الجہر بآمین عند انقضاء فاتحۃ الکتاب.....)
③	النسائی الامام	(جہر الامام بآمین)
④	ابن ماجہ الامام	(باب الجہر بآمین)

۴: الزین بن منیر (متوفی ۶۹۵ھ) نے کہا:

" **والقول إذا وقع به الخطاب مطلقاً حمل على الجهر** "

جب مطلقاً (بلا قید سر و جہر) خطاب وارد ہو (قرینے کے بغیر) تو جہر پر ہی محمول ہوگا۔ (فتح الباری ۲/۲۱۲)

۵: دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی روایات بھی اسی کی تائید کرتی ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۶: آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی اس حدیث کا جہری مفہوم ہی متحقق ہوتا ہے۔

دوسری حدیث

نعیم المجمر (التابعی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ پھر آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی جب آپ نے ﴿**غير المغضوب عليهم ولا الضآلين**﴾ پڑھا تو آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی۔ جب آپ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر فرماتے: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہوں۔ (سنن نسائی یعنی المجتبیٰ ۲/۱۳۴ ح ۹۰۵ وسندہ صحیح)

اس حدیث کو درج ذیل ائمہ نے صحیح قرار دیا ہے:

① ابن خزیمہ (صحیح ابن خزیمہ ج۱ص۲۵۱)

② ابن حبان (صحیح ابن حبان ج۳ص۱۴۵)

③ الدارقطنی (السنن ج۱ص۳۰۶)

④ الحاکم (المستدرک ج۱ص۲۳۲)

⑤ الذہبی (تلخیص المستدرک ج۱ص۲۳۲)

⑥ البیہقی (السنن الکبریٰ ج۲ص۴۶)

⑦ الخطیب (تفسیر ابن کثیر ج۱ص۱۶)

⑧ ابن حجر رحمہم اللہ (تغلیق التعلیق ج۲ص۳۲۱)

محمد بن علی النیموی نے بھی اس کے متعلق ''وإسناده صحيح'' کہا ہے۔

(آثار السنن ص۹۴ ح۳۴۱)

اس حدیث سے امام اور مقتدیوں کا آمین بالجہر کہنا ثابت ہوتا ہے۔

(ملاحظہ فرمائیں تفسیر ابن کثیر ۱/۱۶)

سعید بن ابی ہلال کتبِ ستہ کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، ان سے اس حدیث کے راوی خالد بن یزید المصری بالاتفاق ثقہ ہیں۔ خالد کی سعید سے روایت:
صحیح بخاری (کتاب الطهارة باب فضل الوضوء والغر رقم الحدیث ۱۳۶) اور صحیح مسلم (کتاب الاضاحی رقم الحدیث ۱۹۷۷ قبل ۱۹۷۸) وغیرہما میں ہے جو اس امر کی قوی دلیل ہے کہ سعید سے خالد کا سماع قبل از اختلاط ہے۔ خالد بن یزید ۱۳۹ھ کو فوت ہوئے (تہذیب التہذیب ۳/۱۱۱) اور سعید بن ابی ہلال ۱۳۳ھ یا ۱۳۵ھ یا ۱۴۹ھ کو فوت ہوئے (تہذیب التہذیب ۴/۸۴) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خالد بن یزید الجمحی سعید بن ابی ہلال اللیثی کے قدیم شاگردوں میں سے ہے لہٰذا اس کا ان سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے، اسی لئے متعدد ائمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

تیسری حدیث

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا:

" أخبرنا يحيى بن محمد بن عمرو بالفسطاط قال: حدثنا إسحاق ابن إبراهيم بن العلاء الزبيدي قال: حدثنا عمرو بن الحارث قال: حدثنا عبدالله بن سالم عن الزبيدي قال: أخبرني محمد بن مسلم عن سعيد بن المسيب وأبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: كان رسول الله ﷺ إذا فرغ من قراءة أم القرآن رفع صوته وقال: ((آمين)) "

یحییٰ بن محمد بن عمرو نے ہمیں فسطاط میں حدیث بیان کی (انھوں نے کہا:) ہمیں اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی نے حدیث بیان کی (انھوں نے کہا:) ہمیں عمرو بن حارث نے حدیث بیان کی انھوں نے عبداللہ بن سالم عن زبیدی حدیث بیان کی (کہا:) مجھے محمد بن مسلم (الزہری) نے عن سعید بن میسب عن ابی سلمہ (کے واسطے) سے حدیث بیان کی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: "جب رسول اللہ ﷺ سورۂ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتے تو اپنی آواز بلند کرتے اور فرماتے: آمین"

(صحیح ابن حبان ۳/۱۴۷ ح ۱۸۰۳)

سند کی تحقیق

اسے درج ذیل ائمۂ محدثین نے صحیح قرار دیا ہے:

① ابن حبان (صحیح ابن حبان ۳/۱۴۷)

② ابن خزیمہ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۸۷)

③ الحاکم (مستدرک ج ۱ ص ۲۲۳ م، معرفۃ السنن والآثار ۱/۵۳۲)

④ الذہبی (تلخیص المستدرک ۱/۲۲۳)

⑤ الدارقطنی (سنن دارقطنی ۱/۳۳۵، وقال ھذا اسناد حسن)

⑥ بیہقی (التلخیص الحبیر ج ۱ص ۲۳۶ بلفظ: حسن صحیح)

⑦ ابن القیم (اعلام الموقعین ج ۲ص ۳۹۷)

⑧ ابن حجر رحمہم اللہ (التلخیص الحبیر میں تصحیح نقل کرکے سکوت کیا ہے۔)

حافظ ابن حجر کا تلخیص میں کسی حدیث کو ذکر کرکے سکوت کرنا دیوبندی علماء کے نزدیک صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے لہٰذا یہ حوالہ بطورِ الزام پیش کیا گیا ہے۔

(دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث للشیخ ظفر احمد تھانوی ص ۵۵ معارف السنن ج ۱ص ۳۸۵ توضیح الکلام ج ۱ص ۲۱۱)

اس حدیث کو کسی قابل اعتماد امام نے ضعیف نہیں کہا۔

راویوں کی تحقیق

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشہور فقیہ صحابی ہیں۔ سعید بن المسیب اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بالاتفاق ثقہ ہیں۔ محمد بن مسلم، امام زہری ہیں جیسا کہ صحیح ابن خزیمہ کی روایت سے ظاہر ہے۔ آپ کتبِ ستہ کے مرکزی راوی ہیں اور آپ کی جلالت واتقان پر اتفاق ہے۔ (تقریب التہذیب: ۶۲۹۶)

[امام زہری بہت کم تدلیس کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال ج ۴ص ۴۰)

حافظ صلاح الدین کیکلدی نے جامع التحصیل میں انھیں دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے جن کے عنعنہ کو (بعض) ائمہ نے (علت قادحہ نہ ہونے کی صورت میں) قبول کیا ہے، مولانا ارشاد الحق اثری نے توضیح الکلام (۱/ ۳۸۸۔۳۹۰) میں امام زہری پر تدلیس کے اعتراض کے جوابات دیئے ہیں۔]

تنبیہ: لیکن میری تحقیق میں راجح یہی ہے کہ امام زہری مدلس ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے لیکن دوسرے شواہد کے ساتھ صحیح ہے، دیکھئے: چوتھی حدیث وغیرہ۔

محمد بن الولید الزبیدی صحیحین کے راوی اور ''ثقة ثبت من كبار أصحاب الزهري'' تھے (التقریب: ۶۳۷۲) عبداللہ بن سالم الاشعری صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ یحییٰ بن حسان

اورعبداللہ بن یوسف نے آپ کی تعریف کی ہے۔نسائی نے کہا:''لیس به بأس ''ابن حبان نے ثقہ قرار دیا، دار قطنی نے بھی آپ کی توثیق کی ہے۔(ملخصاً من تہذیب التہذیب ۵/۲۰۰)ذہبی نے کہا:''صدوق فيه نصب''(الکاشف۲/۸۰)۔

ابن حجر نے کہا: '' ثقة رمي بالنصب'' (التقریب:۳۳۳۵)

نصب کاالزام مردود ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ابن خزیمہ،الحاکم ،بیہقی اورابن قیم نے بھی اس کی حدیث کوصحیح قرار دے کراس کی توثیق کی ہے۔

ان کے مقابلے میں ابوعبیدالآجری نے ابوداود سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا تھا:علی نے ابوبکروعمر کے قتل پراعانت کی ہےاورابوداوداس کی مذمت کرتے تھےلیکن یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

① جمہور کے خلاف ہے۔

② اس کاتعلق روایت حدیث کے ساتھ نہیں بلکہ اجتہادی امور کے ساتھ ہے۔

③ بقول آجری ابوداود۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے (التہذیب۴/۱۵۱)اور بقول آجری عن ابی داود عبداللہ بن سالم ۱۷۹ھ کوفوت ہوا۔(التہذیب ۵/۲۰۰)یعنی اس کی وفات کے تیئیس سال بعدابوداود پیدا ہوئے لہٰذا انھیں یہ قول کس طرح معلوم ہوا؟سند کے انقطاع کی وجہ سے بھی اس قول کی نقل مردود ہے۔

④ سوالات الآجری عن ابی داود کا مصنف ابوعبید محمد بن عثمان الآجری ہے جس کے حالات نامعلوم ہیں۔سوالات کامحقق محمد علی قاسم العمری لکھتا ہے:

''لم أوفق في الحصول علىٰ عبارة صريحة في تعديل الآجري إذلم يترجم له أحد فيما أعلم حتىٰ يذكر مايفيد ذلك''

آجری کی توثیق کے بارے میں مجھے صریح عبارت نہیں ملی۔میرے علم کے مطابق کسی نے بھی اس کے حالات نہیں لکھے تاکہ وہ ذکر کرے جواس کے بارے میں ہو۔(ص۴۱)

اگر یہ جرح باسند صحیح بھی ہوتی تو مردود تھی ،سرفراز صفدر صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

''اصول حدیث کی رو سے ثقہ راوی کا خارجی یا جہمی، معتزلی یا مرجی وغیرہ ہونا اس کی ثقاہت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا اور صحیحین میں ایسے راوی بکثرت موجود ہیں۔''

(احسن الکلام ط دوم ج ۱ ص ۳۰)

عمرو بن الحارث الحمصی کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱۳/۸)

ابن حبان، ابن خزیمہ، الحاکم، الدارقطنی، بیہقی، اور ابن قیم نے اس حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے۔ کسی سند کو صحیح کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس سند کا ہر راوی صحیح کہنے والے کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے۔ (دیکھئے نصب الرایۃ ۱/ ۱۴۹، ۳/ ۲۶۴، لسان المیزان ۱/ ۲۲۷، ۵/ ۴۱۴)

ان کے مقابلے میں حافظ ذہبی نے کہا ''غیر معروف العدالة'' (میزان الاعتدال ۳/ ۲۵۱)

حافظ ابن حجر نے کہا: **مقبول** (التقریب: ۵۰۰۱)

یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

۱۔ غیر مفسر ہے ۲۔ جمہور کے خلاف ہے ۳۔ ان کے اپنے کلام میں بھی تعارض ہے۔ حافظ ذہبی نے خود عمرو بن الحارث کی حدیث کی تصحیح میں موافقت اور ابن حجر نے سکوت کیا ہے۔

''**و إذا تعارضا تساقطا**'' (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ۲/ ۵۵۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ عمرو بن الحارث ثقہ و صحیح الحدیث ہے۔

اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی امام بخاری کی کتاب ''**الأدب المفرد**'' کے راوی ہیں۔

ابن حبان نے کتاب الثقات (۱۱۳/۸) میں اسے ذکر کیا ہے۔

ابن معین نے کہا: ''**لا بأس به ولكنهم يحسدونه**'' (الجرح والتعدیل ۲/ ۲۰۹ و سندہ صحیح)

ابن خزیمہ، الحاکم، الدارقطنی، بیہقی، الذہبی اور ابن قیم نے اس کی حدیث کی تصحیح و تحسین کر کے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

ان کے مقابلے میں مروی ہے کہ امام نسائی نے کہا: ''**ليس بثقة**'' (تہذیب التہذیب ۱/ ۱۸۹)

آجری نے ابوداود سے روایت کیا کہ محمد بن عوف نے کہا: ''**ما أشك أن إسحاق بن زبريق يكذب**'' (ایضاً)

ابوداود نے (بہ روایت الآجری) کہا: ''**ليس بشئ**'' (میزان الاعتدال ۱/۱۸۱)

ذہبی نے کہا'' **ضعيف** ''ابن حجر نے کہا:'' **صدوق يهم كثيرًا و أطلق محمد بن عوف أنه يكذب** '' (التقریب:۳۳۰)

یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

① جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

② ذہبی کا قول ان کی تصحیح کے معارض ہے۔ ''**وإذا تعارضا تساقطا** ''

③ نسائی کے قول کی سند تاریخ دمشق لابن عساکر (۸/۷۷) میں موجود ہے، اس قول کا راوی، امام نسائی کا بیٹا عبدالکریم ہے جس کا ذکر تاریخ الاسلام للذہبی (۲۵/۲۹۹) اور الانساب للسمعانی (۵/۴۸۴) میں ہے لیکن توثیق مذکور نہیں لہٰذا یہ مجہول الحال ہے۔یعنی یہ قول امام نسائی سے ثابت نہیں ہے۔

④ آجری کی عدالت نامعلوم ہے لہٰذا اس کی ابن عوف وابوداود سے نقل مردود ہے۔

⑤ یہ جرح حسد پر مبنی ہے اس لئے مردود ہے۔

اسحاق ابن ابراہیم سے بڑے بڑے اماموں نے حدیث بیان کی ہے مثلاً یعقوب بن سفیان الفارسی، محمد بن یحییٰ الذہلی، ابوحاتم الرازی، عثمان بن سعید الدارمی اور بخاری وغیرہم۔

(دیکھئے تہذیب الکمال ۲/۳۶۹)

یعقوب الفارسی اور امام بخاری صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔

(دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث للتھانوی/ البخاری، ۱۹، ۲۲۲/ ۲۲۳ والتنکیل للیمانی/ یعقوب، ج ۱ص ۲۴)

لہٰذا اسحٰق بن ابراہیم الزبیدی کو کذاب کہنا انتہائی غلط ہے۔

معلوم ہوا کہ اسحاق بن ابراہیم مذکور: حسن الحدیث ہے۔

چوتھی حدیث

امام ترمذی نے کہا:

"حدثنا بندار (محمد بن بشار:) حدثنا يحي بن سعيد و عبدالرحمٰن بن مهدي قالا: حدثنا سفيان عن سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر قال: سمعت النبي ﷺ قرأ ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضآلين﴾ فقال: ((آمين)) و مدبها صوته (قال:) وفي الباب عن علي و أبي هريرة قال أبو عيسىٰ: "حديث وائل بن حجر حديث حسن"

بندار نے ہمیں حدیث بیان کی (انھوں نے کہا:) ہمیں یحییٰ بن سعید وعبدالرحمٰن بن مہدی نے حدیث بیان کی (انھوں نے کہا:) ہمیں سفیان نے عن سلمہ بن کہیل عن حجر بن عنبس حدیث بیان کی کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ نے ﴿غیر المغضوب علیهم ولاالضآلین﴾ پڑھا پھر کہا: آمین اور اپنی آواز کو اس کے ساتھ کھینچا، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

(جامع ترمذی ۲/ ۲۷، ۲۸ ح ۲۴۸)

سند کی تحقیق

① امام دارقطنی نے کہا: "هٰذا صحيح" (سنن دارقطنی ۱/ ۳۳۴، التلخیص الحبیر ۱/ ۲۳۶)

② ابن حجر نے کہا: " وسنده صحيح " (التلخیص الحبیر ۱/ ۲۳۶ ح ۳۵۳)

③ البغوی نے کہا: "هٰذا حديث حسن" (شرح السنۃ ۳/ ۵۹ ح ۵۸۶)

④ ابن قیم نے کہا: "وإسناده صحيح" (اعلام الموقعین ۲/ ۳۹۶)

ہمارے علم کے مطابق کسی قابلِ اعتماد امام نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا ہے۔
متاخرین کا متقدمین کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔

راویوں کی تحقیق

① حجر بن عنبس ثقہ تھے۔ (الکاشف ۱/۱۵۰)

② سلمہ بن کہیل کتب ستہ کے راوی اور ثقہ تھے۔ (الکاشف ۱/۳۰۸)

③ سفیان ثوری ثقہ حافظ فقیہ عابد امام حجۃ تھے۔ (التقریب:۲۴۴۵)

آپ مدلس بھی تھے۔ (میزان الاعتدال ۲/۱۶۹)

آپ سے یحییٰ بن سعید القطان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔

(دیکھئے العلل لاحمد بن حنبل ۱/۲۰۷، الکفایۃ للخطیب ص ۳۶۲، تہذیب التہذیب ۱۱/۱۹۲)

امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ آپ سلمہ بن کہیل سے تدلیس نہیں کرتے تھے۔

(العلل الکبیر للترمذی ۲/۹۶۶ التمہید لابن عبدالبر ۱/۳۴، شرح علل الترمذی لابن رجب ۲/۷۵۱)

العلاء بن صالح نے آپ کی متابعت کی ہے۔

(الترمذی:۲۴۹، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۴۵ ولفظ "فجهر بآمين")

سنن ابی داود کے تمام نسخوں میں علی بن صالح لکھا ہوا ہے۔ مگر امام بیہقی نے الخلافیات (قلمی ص ۱۵۱) میں اپنی سند کے ساتھ ابوداود سے یہ حدیث العلاء بن صالح کے نام سے روایت کی ہے۔ العلاء بن صالح جمہور علماء کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ابن معین، ابوداود، ابو حاتم، ابن حبان، یعقوب بن سفیان، ابن نمیر اور العجلی نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔

امام بخاری نے کہا: "لا يتابع" (اس کی فلاں حدیث میں متابعت نہیں کی گئی) یہ جرح غیر مفسر ہے۔ ابن مدینی نے کہا: "اس نے منکر احادیث بیان کی ہیں"

جمہور کی توثیق کے مقابلے میں یہ جرح مردود ہے۔

ذہبی نے کہا: "ثقة يغرب" ثقہ ہے اور غریب روایات بیان کرتا ہے۔ (الکاشف ۲/۳۰۹)

ابوزرعہ نے کہا: "لا بأس به" (الجرح والتعدیل ۶/۳۵۷)

ابوحاتم کا قول: "كان من عتق الشيعة" (میزان الاعتدال ۳/۱۰۱)

مجھے الجرح والتعدیل میں نہیں ملا اور اگر یہ کلمات ان سے ثابت بھی ہوں تو مردود ہیں۔

حافظ ذہبی نے العلاء بن صالح کے ترجمہ میں عن المنہال بن عمرو عن عباد بن عبداللہ عن علی ایک روایت ذکر کی ہے کہ (علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) میں عبداللہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں اور صدیق اکبر ہوں.... الخ (اظہار التحسین فی اخفاء التامین ص ۱۲۹، نیز دیکھئے سنن ابن ماجہ: ۱۲۰)

العلاء بن صالح اس روایت میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ ابواسحاق نے ان کی متابعت کی ہے۔

(مستدرک ۳/ ۱۱۱، ۱۱۲)

اس روایت کا اصل الزام عباد بن عبداللہ رافضی پر ہے جو سخت مجروح ہے۔ حافظ ابن تیمیہ نے عباد کی اس روایت کو "کذب ظاھر" (کھلا جھوٹ) قرار دیا۔

(منہاج السنۃ ۴/ ۱۹۹ بحوالہ تخریج الخصائص للنسائی ص ۲۵)

ذہبی نے اسے "حدیث باطل" کہا۔ (تلخیص المستدرک ۳/ ۱۱۱ ح ۴۵۸۴)

لہٰذا العلاء اس روایت کے الزام سے بری ہے۔

سفیان ثوری کی حدیث کے متن کی تحقیق

سفیان سے یہ روایت ابن مہدی، یحییٰ بن سعید، المحاربی، اور وکیع نے "مد بھا صوته" اور "یمد بھا صوته" کے الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے۔

محمد بن کثیر، الفریابی، قبیصہ اور ابوداود الحفری نے "رفع بھا صوته" اور "یرفع بھا صوته" کے الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے لہٰذا دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ایک دوسرے کی توضیح کرتی ہیں۔

محمد بن کثیر کی روایت سنن دارمی (۱/ ۲۸۴) اور سنن ابی داود (۱/ ۵۷۴ ح ۹۳۲) میں موجود ہے۔ آپ کتب ستہ کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔

حافظ ذہبی نے کہا: "الحافظ الثقة" (سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۳۸۳) اور ابن معین کی جرح نقل کر کے بطور تردید فرمایا: یہ شخص پل عبور کر گیا ہے (اس پر جرح مردود ہے) اور ہمارے

علم میں اس کی کوئی چیز منکر نہیں جس کی وجہ سے اسے کمزور قرار دیا جائے۔(ایضاً ص ۳۸۴)
محمد بن کثیر کی متابعت دو ثقہ راویوں نے کی ہے۔

① ابوداود الحفری (السنن الکبریٰ ۲/ ۵۷) ان کی روایت میں '' رفع بها صوته '' کے الفاظ ہیں۔ ابوداود عمر بن سعد الحفری صحیح مسلم کا راوی اور ثقہ عابد تھا۔(التقریب:۴۹۰۴)
ان کے شاگرد عباس بن محمد الدوری ثقہ حافظ تھے (التقریب:۳۱۸۹) الدوری کے شاگرد ابوطاہر محمد بن الحسن المحمد آبادی ثقہ تھے۔ امام حاکم نے کہا: ''كان من أكابر المشائخ الثقات''
(الانساب ج ۵ ص ۲۱۷)

ذہبی نے کہا: ''كان من أعيان الثقات العالمين بمعاني التنزيل وبالأدب ''
نیز کہا: ''الإمام العلامة المفسر ''(سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ۳۰۴، ۳۰۵)
المحمد آبادی کے شاگرد ابوطاہر محمد بن محمد بن محمش الزیادی الشافعی النیسابوری ''الفقيه العلامة القدوة ...... الأديب '' تھے۔ (النبلاء ۱۷/ ۲۷۶)
ذہبی نے کہا: ''كان إمام أصحاب الحديث ومسندهم و مفتيهم ''(ایضاً ص ۲۷۷)
حاکم نے آپ کی تعریف کی ہے۔ (الانساب ج ۳ ص ۱۸۵)
بیہقی نے انھیں ''الإمام '' کہا اور ان کی ایک روایت کو محفوظ کہا۔ (السنن الکبریٰ ج ۸ ص ۲۲)
عبدالغافر بن اسماعیل نے کہا: ''إمام أصحاب الحديث بخراسان وفقيههم بالإتفاق بلا مدافعة '' (تاریخ نیسابور ص ۸)
تراویح کی بحث میں اہل الرائے ان کی روایت کو پیش کرتے ہیں۔
(دیکھئے آثار السنن للنیموی ص ۲۵۲)

ابوطاہر اس روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ الحسن بن علی بن عفان نے بھی یہ حدیث ابوداود الحفری سے بیان کی ہے۔

(معرفۃ السنن والآثار قلمی، بیہقی ۱/ ۲۱۰، الخلافیات لہ قلمی ص ۵۰، ولفظہ: جہر بہا صوتہ)

الحسن بن علی بن عفان صدوق ہیں۔ (التقریب:۱۲۴۱)

امام دارقطنی وغیرہ نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۲/۲۶۱)

ان کے شاگرد ابوالعباس محمد بن یعقوب بالاتفاق ثقہ ہیں۔(دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۳/۸۶۰ت ۸۳۵)

ابوالعباس کے شاگرد ابوعبداللہ الحاکم صاحب المستدرک صدوق مشہور ہیں۔

(دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۰۳۹ت ۹۶۲، میزان الاعتدال ۳/۶۰۸)

② الفریابی نے ''یرفع صوته'' کے الفاظ روایت کئے ہیں۔ (سنن دارقطنی ۱/۳۳۳)

محمد بن یوسف بن واقد الفریابی کتبِ ستہ کے راوی اور ''الإمام الحافظ شیخ الإسلام'' تھے۔ (النبلاء ۱۰/۱۱۴)

آپ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ ابن معین وغیرہ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔

الفریابی سے حمید بن زنجویہ نے یہ حدیث بیان کی، حمید ثقہ ثبت ہے۔ (التقریب:۱۵۵۸)

ابن زنجویہ کے شاگرد یحییٰ بن محمد بن صاعد ''الحافظ الإمام الثقة'' تھے۔

(تذکرۃ الحافظ ۲/۷۷۶)

ابن صاعد سے امام دارقطنی بیان کرتے ہیں جو بالاتفاق ثقہ اور معتدل امام تھے۔

③ قبیصہ نے بھی ''یرفع بها صوته'' کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

(المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲/۴۴ح ۱۱۱)

شعبہ کی روایت

سلمہ بن کہیل سے حجر بن عنبس اور علقمہ بن وائل کی سند کے ساتھ امام شعبہ نے جو روایت بیان کی ہے وہ سفیان ثوری اور العلاء بن صالح وغیرہما کی روایت کے خلاف ہے۔ یہ روایت مسند احمد (۴/۳۱۶) سنن دارقطنی (۱/۳۳۴) سنن بیہقی (۲/۵۷، ۵۸) مسند طیالسی (۱۰۲۴) صحیح ابن حبان (۳/۱۴۶ح ۱۸۰۲) اور مستدرک حاکم (۲/۲۳۲) وغیرہ میں ہے۔

شعبہ سے محمد بن جعفر اور یزید بن زریع نے ''أخفٰی بها صوته'' (آپ نے اپنی آواز پست

رکھی) کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی، ابو داود طیالسی، عمرو بن مرزوق اور سلیمان بن حرب وغیرہ نے ''خفض بها صوته'' اور ''یخفض بها صوته'' (اپنی آواز پست رکھی) کے الفاظ بیان کئے ہیں۔

ابو الولید الطیالسی سے اختلاف ہے، ان کے شاگرد اسماعیل بن اسحاق القاضی (ثقہ بالاجماع) کی روایت میں ''یخفض بها صوته'' کے الفاظ ہیں۔ حاکم اور ذہبی نے اس روایت کی تصحیح کی ہے، ابراہیم بن مرزوق (متکلم فیہ) کی روایت میں ''رافعًا بها صوته'' کے الفاظ ہیں۔ ابن مرزوق کی روایت شاذ اور اسماعیل القاضی کی روایت محفوظ ہے۔ شعبہ سے عبدالصمد اور وہب بن جریر نے یہ حدیث بیان کی ہے، اس میں خفض وغیرہ الفاظ نہیں، بلکہ ''قال آمین'' (آپ نے آمین کہی) کے الفاظ ہیں۔ (صحیح ابن حبان ۳/۱۴۶)

حافظ ابن حبان نے اس پر ''باب أن يجهر بآمين'' باندھا ہے۔

عبدالصمد بن عبدالوارث کتبِ ستہ کے راوی اور صدوق ثبت فی شعبہ ہیں۔ (التقریب: ۴۰۸۰)

وہب بن جریر بھی کتبِ ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۷۴۷۲)

اور ان دونوں تک سند بالکل صحیح ہے، معلوم ہوا کہ شعبہ سے روایت میں ان کے شاگردوں کا اختلاف ہے، شعبہ بن الحجاج کتبِ ستہ کے راوی ثقہ حافظ متقن تھے۔ (التقریب: ۲۷۹۰)

مگر جمہور غیر جانبدار محدثین نے متعدد علل کی وجہ سے آپ کی اس روایت کو خطا (غلط) اور سفیان کی روایت کو صواب قرار دیا ہے۔

حاکم اور حافظ ذہبی نے اگر شعبہ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے تو امام بخاری اور امام ابوزرعہ نے شعبہ کی حدیث کو خطا اور ثوری کی حدیث کو اصح قرار دیا۔ (العلل الکبیر للترمذی ۱/۲۱۷)

امام دارقطنی نے کہا: ''يقال أنه وهم فيه لأن سفيان الثوري ومحمد بن سلمة بن كهيل وغيرهما رووا عن سلمة فقالوا: ورفع صوته بآمين وهو الصواب''

(سنن دارقطنی ۱/۳۳۴ ح ۱۲۵۶)

امام بیہقی نے کہا: ''وقد أجمع الحفاظ: محمدبن إسماعيل وغيره علٰى أنه أخطأ في ذلك ''(معرفۃ السنن والآثار قلمی ۱/ ۲۱۰)

☆سفیان ثوری کی حدیث کوشعبہ کی روایت پر کئی لحاظ سے ترجیح حاصل ہے:

① سفیان کی العلاء بن صالح (ثقہ) نے متابعت کی ہے اور شعبہ کا کوئی متابع نہیں۔

② سفیان کی روایت کے دو شاہد ہیں، اور شعبہ کا کوئی شاہد نہیں۔

شاہد نمبرا:

کہا جاتا ہے علقمہ بن وائل نے بھی یہ حدیث ''یجھر بآمین'' اپنے والد وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ (مسند احمد ۴/ ۳۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۵۸)

علقمہ بن وائل صحیح مسلم کے راوی ہیں، ابن سعد اور ابن حبان نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔
(التہذیب ۷/ ۲۴۷)

ناقابل تردید دلائل سے ثابت ہے کہ آپ نے اپنے والد سے احادیث سنی ہیں۔
(دیکھئے صحیح مسلم: ۱۶۸۰ اور ترقیم دارالسلام: ۴۳۸۷)

علقمہ سے ابو اسحاق (عمرو بن عبداللہ الہمدانی) راوی ہیں، آپ کتبِ ستہ کے راوی اور ثقہ عابد تھے۔ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ (التقریب: ۵۰۶۵)

آپ مدلس بھی تھے۔ (دیکھئے طبقات المدلسین: ۳/ ۹۱)

آپ سے شریک نے یہ حدیث بیان کی ہے، آپ سے شریک کی روایت قبل از اختلاط ہے کیونکہ وہ آپ سے قدیم السماع تھے۔ (میزان الاعتدال ۲/ ۲۷۳)

سماک نے ابو اسحاق کی متابعت کی ہے۔ (کتاب التمییز لمسلم ص ۸، ۹ قلمی)

سماک صحیح مسلم کے راوی اور صدوق تھے، عکرمہ سے ان کی روایت میں خاص کر اضطراب ہے اور وہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور تلقین قبول کر لیتے تھے۔ (التقریب: ۵۰۶۵)

شریک بن عبداللہ القاضی صحیح مسلم کے راوی ''صدوق يخطئ كثيراً تغير حفظه منذ

ولي القضاء بالكوفة وكان عادلاً فاضلًا عابداً شديداً على أهل البدع'' تھے۔

(التقریب:۲۷۹۷)

یعنی منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد ان کا حافظہ کمزور پڑ گیا تھا، ایسے راوی سے روایت متابعات میں جب کہ اصل صحیح یا حسن ہو تو پیش کی جا سکتی ہے۔ شریک سے اسود بن عامر (ثقہ) نے اور ان سے احمد بن حنبل وغیرہ نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

شاہد نمبر ۲:

کہا جاتا ہے کہ عبدالجبار بن وائل نے بھی یہ حدیث اپنے والد سے آمین بالجہر کے مفہوم کے ساتھ بیان کی ہے۔ (دیکھئے سنن ابن ماجہ: ۸۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۴۲۵ ح ۷۹۵۹، مسند احمد ۴/ ۳۱۵ ح ۱۸۸۴۱، سنن ۸۸۴۰، دارقطنی ۱/ ۳۳۴ ح ۱۲۵۹، نسائی بحوالہ نصب الرایہ ۱/ ۳۱۱)

عبدالجبار بن وائل صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ تھے، ان کے والد سے ان کی روایت مرسل ہے۔

(التقریب:۳۷۴۴)

دیوبندیوں کے نزدیک مرسل حجت ہے۔ (احسن الکلام ۱/ ۲۶۲)

دیگر محدثین کے نزدیک مرسل ضعیف ہوتی ہے مگر صحیح و حسن لذاتہ روایت کی تائید اور اعتضاد (تقویت) کی صورت میں اسے شواہد میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ عبدالجبار سے ابو اسحاق وغیرہ نے یہ حدیث بیان کی ہے، ابو اسحاق سے زہیر، یونس بن ابی اسحاق، زید بن ابی انیسہ اور ابو بکر بن عیاش نے یہ حدیث بیان کی۔ زہیر ثقہ ثبت ہیں مگر ان کا سماع ابو اسحاق سے آخری عمر کا ہے، آپ کتب ستہ کے راوی ہیں۔ (التقریب:۲۰۵۱)

یونس صحیح مسلم کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں آپ کو کچھ اوہام بھی ہوئے ہیں۔ حافظ ذہبی نے کہا: ''بل هو صدوق ما به بأس'' (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۸۳)

زید کتب ستہ کے راوی اور ثقہ لہ افراد تھے۔ (التقریب:۲۱۱۸)

ابو بکر بن عیاش قولِ راجح میں جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں لہٰذا حسن الحدیث ہیں۔

دیکھئے نور العینین (طبع جدید ص ۱۶۸)

④ جمہور محدثین نے شعبہ کی روایت کو خطا اور ثوری کی روایت کو صواب قرار دیا ہے۔

④ شعبہ کی روایت میں اضطراب ہے یہ بات ابوبکر الاثرم نے کہی ہے جبکہ سفیان کی روایت میں اضطراب نہیں ہے۔ (دیکھئے التلخیص الحبیر ۱/ ۲۳۷)

⑤ محدثین کا قاعدہ اور ضابطہ ہے کہ سفیان اور شعبہ کی روایت میں جب بھی اختلاف ہو تو سفیان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی، امام بیہقی نے کہا:

"لا أعلم إختلافاً بين أهل العلم بالحديث أن سفيان و شعبة إذا اختلفا فالقول قول سفيان "

علم حدیث کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب سفیان اور شعبہ کے مابین اختلاف ہو تو سفیان کا قول راجح ہوگا۔

(اعلام الموقعین ۲/ ۳۹۶، عون المعبود ۳/ ۲۰۷، الخلافیات للبیہقی ۱/ ۵۰ قلمی)

یحییٰ القطان نے کہا: جب شعبہ سفیان کی مخالفت کرے تو میں سفیان کے قول کو لیتا ہوں۔

(الجرح والتعدیل ۴/ ۲۲۳، ۲۲۴ وسندہ صحیح، تہذیب التہذیب ۴/ ۱۰۱)

یعنی حدیث کی روایت میں نیز ملاحظہ فرمائیں: (شرح علل الترمذی لابن رجب ج ۱ ص ۱۵۶، ۱۷۷)

⑥ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت (جو کہ ثوری کی سند کے ساتھ ہے) کے دیگر صحابہ سے شواہد بھی ہیں جب کہ شعبہ کی روایت کا کوئی شاہد نہیں ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات گزر چکی ہیں۔

امام ترمذی کہتے ہیں: اس باب میں علی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت

امام ابن ماجہ نے کہا:

"حدثنا عثمان بن أبي شيبة: ثنا حميد بن عبدالرحمٰن: ثنا ابن

أبي ليلٰى عن سلمة بن كهيل عن حجية بن عدي عن علي قال: سمعت رسول الله ﷺ إذا قال ولا الضآلين، قال: آمين "

عثمان بن ابی شیبہ نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں حمید بن عبدالرحمٰن نے حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں ابن ابی لیلیٰ نے حدیث بیان کی وہ سلمہ بن کہیل سے وہ حجیہ بن عدی سے وہ علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے جب ولا الضآلین کہا تو آمین کہی۔

(سنن ابن ماجہ ۱/۲۷۸ حدیث ۸۵۴)

امام بیہقی نے کہا:

" أخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان ببغداد: أنبأ أبو الحسين بن عثمان المري(!): ثنا محمد بن علي الوراق: ثنا عثمان بن أبي شيبة: ثنا حميد بن عبدالرحمٰن الرواس عن محمد بن عبدالرحمٰن بن أبي ليلٰى عن سلمة بن كهيل عن حجية بن عدي عن علي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول ((آمين)) إذا قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضآلين "

ابوالحسین بن الفضل نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا:) ابوالحسین بن عثمان نے حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں محمد بن علی نے حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں عثمان بن ابی شیبہ نے حدیث بیان کی (کہا:) ہمیں حمید بن عبدالرحمٰن الرواس نے، وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے، وہ سلمہ بن کہیل سے، انھوں نے حجیہ بن عدی (کے واسطے سے) حدیث بیان کی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جب آپ ﷺ نے ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضآلين﴾ کہا تو آمین کہی۔ (الخلافیات قلمی ص ۵۲)

سند کی تحقیق

حجیہ بن عدی کو ابن حبان اور العجلی نے ثقہ کہا۔ البوشنجی نے بھی توثیق کی۔ ترمذی نے اس کی ایک حدیث کو حسن صحیح کہا (۱۵۳۹، الاضاحی) ذہبی نے کہا: ''وهو صدوق إن شاء الله''

(میزان الاعتدال ۱/۴۶۶)

ابن حجر نے کہا: ''صدوق يخطئ'' (التقریب رقم ۱۱۵۰)

ابوحاتم نے کہا: ''لا يحتج بحديثه شبيه بالمجهول'' ابن سعد نے کہا: ''كان معروفاً وليس بذاك''، ابن المدینی نے کہا: ''لا أعلم روى عنه إلا سلمة بن كهيل'' ابن حجر نے کہا: ''روى عنه الحكم بن عتيبة و سلمة بن كهيل و أبو إسحاق السبيعي'' حاکم اور ذہبی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔ حاکم نے کہا: ''ولم يحتجا بحجية بن عدي وهو من كبار أصحاب أمير المؤمنين علي رضي الله عنه'' معلوم ہوا کہ حجیہ عندالجمہور صدوق ہے اور اس کی حدیث حسن ہے۔
سلمہ بن کہیل ثقہ ہیں۔ (جیسا کہ گزر چکا ہے)
محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ مگر اہل الرائے اس کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔

(راجع نور الصباح ص ۱۶۴، ۱۶۵ اظہار التحسین فی اخفاء التامین از حبیب اللہ ڈیروی ص ۱۶۱)

حمید بن عبدالرحمٰن الرواسی ثقہ ہے۔ (التقریب: ۱۵۵۱)
عثمان بن ابی شیبہ صحیحین کے راوی ہیں اور امام ابن حجر نے کہا: ''ثقة حافظ شهير و له أوهام وقيل كان لا يحفظ القرآن'' (التقریب: ۴۵۱۳)
ان سے ابن ماجہ اور محمد بن علی الوراق نے یہ حدیث بیان کی ہے۔
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں صرف ایک علت قادحہ (ضعف ابن ابی لیلیٰ) ہے۔
⑤ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی سفیان ثوری کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔ ابن عمر او.

ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) آمین بالجہر کے قائل تھے۔کوئی صحابی آمین بالسر کا قائل نہیں تھا،کسی صحابی سے خفیہ آمین باسند صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے۔

پانچویں حدیث

امام ابویعلیٰ الموصلی نے کہا:

'' ثنا هدبة قال :ثنا هارون بن موسٰى النحوي عن ثابت عن ابن أم الحصين عن جدته أنها سمعت النبي ﷺ يقرأ :((مالك يوم الدين)) فقرأ حتّى بلغ ولاالضآلين قال :آمين ''

ہمیں ہدبہ نے حدیث بیان کی ،کہا: ہمیں ہارون بن موسیٰ النحوی نے حدیث بیان کی وہ ثابت سے وہ ابن ام الحصین سے وہ اپنی دادی (ام الحصین) سے بیان کرتے ہیں کہ: میں نے نبی ﷺ کو مالك يوم الدين پڑھتے ہوئے سنا،پس آپ نے قراءت کی حتیٰ کہ ولاالضالین پر پہنچ گئے،(تو) کہا: آمین (معجم ابی یعلیٰ ص ۱۵۱،۱۵۲ح ۲۱۳)

یہ سند حسن لذاتہ ہے،راویوں کا مختصر اور جامع تعارف درج ذیل ہے:

ہدبہ بن خالد کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا:'' ثقة عابد ، تفرد النسائي بتليينه'' ثقہ عابد تھے،ان پر جرح میں امام نسائی منفرد ہیں۔ (التقریب:۷۲۶۹)

ہدبہ پر امام نسائی کی جرح باسند صحیح ان سے ثابت نہیں ہے،ہمیں یہ جرح کتاب الضعفاء للنسائی اور سنن النسائی میں نہیں ملی۔ واللہ اعلم

ہدبہ مذکور صحیح بخاری وصحیح مسلم کے راوی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں،اگر ان پر امام نسائی کی جرح باسند صحیح ثابت بھی ہوجائے تو بھی جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

ہارون بن موسیٰ النحوی کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا:''ثقة مقرئ إلا أنه رمي بالقدر'' ثقہ،قاریٔ قرآن تھے،مگر ان پر قدری ہونے کا الزام ہے۔(التقریب:۷۲۴۶)

صحیحین کے اس راوی پر قدری ہونے کا الزام مردود ہے۔والحمدللہ

ثابت بن اسلم البنانی، کتبِ ستہ کے راوی اور "ثقة عابد" تھے۔ (التقریب:۸۱۰)
یحییٰ بن ام الحصین ثقہ ہیں۔ (التقریب:۷۵۳۲)
ام الحصین رضی اللہ عنہا صحابیہ ہیں۔ (التقریب:۸۷۲۰)
معلوم ہوا کہ یہ سند صحیح یا کم از کم حسن لذاتہ ہے۔

آثار صحابہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر

امام ابن خزیمہ نے کہا:

" نا محمد بن يحيى: نا أبو سعيد الجعفي: حدثني ابن وهب: أخبرني أسامة وهو ابن زيد عن نافع عن ابن عمر: كان إذا كان مع الإمام يقرأ بأم القرآن فأمن الناس أمن ابن عمر ورأى تلك السنة ."

(صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۸۷ ح ۵۷۲)

محمد بن یحییٰ نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) ہمیں ابوسعید الجعفی نے حدیث بیان کی (کہا) مجھے ابن وہب نے حدیث بیان کی (کہا) مجھے اسامہ بن زید نے نافع سے حدیث بیان کی کہ ابن عمر جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے، سورۂ فاتحہ پڑھتے پھر لوگ آمین کہتے تو آپ (رضی اللہ عنہ) بھی آمین کہتے، اور اسے سنت قرار دیتے۔

سند کی تحقیق

نافع مولیٰ ابن عمر "ثقة ثبت فقيه مشهور" (التقریب:۷۰۸۶)
اسامہ بن زید (اللیثی ابوزید المدنی) صحیح مسلم کا راوی ہے اور عندالجمہور ثقہ وصدوق ہے۔
ابن وہب عن اسامہ بن زید عن نافع عن ابن عمر کی سند سے متعدد روایات صحیح مسلم میں موجود ہیں۔ (راجع تحفۃ الاشراف للمزی ۶/۵۴، ۵۵)
یحییٰ بن سعید، احمد بن حنبل، ابوحاتم، نسائی، البرقی اور ابوالعرب نے جرح کی ہے۔ یحییٰ بن معین،

ابن عدی، العجلی، مسلم، ابن حبان (وقال: یخطئ) ابن شاہین اور یعقوب ابن سفیان وغیرہم نے ثقہ صدوق وصحیح الحدیث کہا ہے، آجری کی روایت کے مطابق ابوداود نے اسے صالح قرار دیا۔ الحاکم اور ابوعلی الطوسی نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ ابن خزیمہ وغیرہ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے۔

ابن عدی کا قول ہے: **''یروي عنه ابن وهب نسخة صالحة ...... لیس بحدیثه بأس''** (ملخصاً من تہذیب الکمال مع الہامش ۳۴۷/۲-۳۵۱ وتہذیب التہذیب ۲۰۹/۱، ۲۱۰ وغیرہما)

ذہبی نے کہا: **''الإمام العالم الصدوق''** (سیر اعلام النبلاء ۳۴۲/۶)

اور کہا: **''صدوق قوي الحدیث والظاهر أنه ثقة''**

(معرفۃ الرواۃ المتکلم فیہم لا یوجب الرد للذہبی ص ۶۴ رقم ۲۶)

البوصیری نے الزوائد میں اس کی ایک حدیث کو صحیح قرار دیا۔ (سنن ابن ماجہ ۱۰۱۴/۲ ح ۳۰۵۲)

امام زیلعی حنفی نے اس کی ایک حدیث کو حسن کہا۔ (نصب الرایۃ ۱۶۲/۳)

علی بن المدینی نے کہا: **''کان عندنا ثقة''** (سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ رقم ۱۰۳ ص ۹۸)

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ثقہ ہے اور اس پر جروح مردود ہیں۔

دیکھئے میری کتاب **''الأسانید الصحیحة في أخبار أبي حنیفة''** (ص ۸۱)

شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے ابن سید الناس سے نقل کیا کہ **''إسناده حسن''** (تعلیق المغنی ۲۵۲/۱) یعنی اس کی ایک روایت بلحاظ سند حسن ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے لہٰذا اس کی حدیث حسن ہے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: **''وقد یرتقي حدیثه إلی رتبة الحسن''** (سیر اعلام النبلاء ۳۴۳/۶)

حافظ ابن حجر نے کہا: **''صدوق یهم''** (التقریب ۳۱۷)

حافظ صاحب امام ابن عدی سے ایک راوی کے بارے میں نقل کرتے ہیں: **''لم أرله متناً منکراً ربما یهم وهو حسن الحدیث''** (الکامل لابن عدی ۱۷۸/۳ السان المیزان ۶۹/۳)

معلوم ہوا کہ یھم والی روایت کا راوی حسن الحدیث ہوتا ہے (بشرطیکہ اس کے موثقین زیادہ ہوں اور روایت مذکورہ میں اس کا وہم ہونا ثابت نہ ہو۔)

دیوبندیوں کا اصول ہے کہ مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ﴿**وکذا إذا کان الراوي مختلفاً فیه :وثقه بعضهم وضعفه بعضهم فهو حسن الحدیث**﴾ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۷۶ مع تحقیق ابی غدۃ الحنفی)

اور اسامہ بھی مختلف فیہ راوی ہیں۔ بعض نے جرح کی اور اکثر و جمہور علماء نے انھیں ثقہ قرار دیا لہٰذا ان کی حدیث بذات خود حسن ہے۔ واللہ اعلم

ابن وہب کتبِ ستہ کے راوی اور ثقہ حافظ عابد ہیں۔ (التقریب: ۳۶۹۴)

ابوسعید (یحییٰ بن سلیمان) الجعفی، صحیح بخاری کا راوی ہے، اس سے ابوزرعہ وغیرہ نے روایت کی۔ ابوزرعہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ (لسان المیزان ۲/ ۴۱۶)

ابن حبان نے ثقہ قرار دیا۔ (کتاب الثقات ۹/ ۲۶۳ وقال : ربما أغرب)

دارقطنی نے کہا: **ثقة**

مسلمہ بن قاسم نے کہا: ''**لابأس به و کان عند العقیلي ثقة وله أحادیث مناکیر**''

(مسلمہ بذات خود ضعیف ہے)

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے روایت کی ہے، ابوحاتم نے کہا: ''**شیخ**''

ان کے مقابلے میں امام نسائی نے کہا: ''**لیس بثقة**''

حافظ ابن حجر نے کہا: ''**صدوق یخطئ**'' (ملخصاً من تہذیب التہذیب ۱۱/ ۲۲۷ وتقریب التہذیب: ۷۵۶۴ وغیرہما) جمہور کے مقابلے میں یہ جرح مردود ہے، لہٰذا ابوسعید الجعفی کی حدیث حسن لذاتہ ہے۔

ان کے شاگرد محمد بن یحییٰ (الذہلی) ثقہ حافظ جلیل تھے۔ (التقریب: ۶۳۸۷)

☆ خلاصہ یہ کہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے، لہٰذا شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا اسے

إسناده ضعيف کہنا قرین صواب نہیں ہے۔ واللہ اعلم

امام بیہقی لکھتے ہیں:

" وروينا عن ابن عمر رضي الله عنه أنه كان يرفع بها صوته إما ماً كان أو مأمو ماً "

ابن عمر رضی اللہ عنہ امام ہوتے یا مقتدی، (دونوں صورتوں میں) آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔ (السنن الکبریٰ ۲/۵۹)

ان کا غالباً اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

" وقال نافع: كان ابن عمر رضي الله عنهما لا يدعه ويحضهم وسمعت منه في ذلك خبراً "

نافع نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما آمین (کہنا) نہیں چھوڑتے تھے اور انھیں (اپنے شاگردوں کو) اس کی ترغیب دیتے تھے اور میں نے اس سلسلہ میں ان سے ایک خبر سنی ہے۔

(بخاری مع فتح الباری ۲/۲۰۹)

"بعض روایات میں ہے کہ خیر سنی ہے۔" یہ روایت مصنف عبدالرزاق (۲۶۴۱) میں موصولاً موجود ہے۔

تنبیہ: مصنف عبدالرزاق (۲/۹۷) میں ابن جریج کے بعد 'أخبرت نافع' چھپ گیا ہے۔ جبکہ صحیح " أخبرني نافع " ہے جیسا کہ فتح الباری (۲/۲۰۹) میں ہے۔

فوائد ابن معین میں صحیح سند کے ساتھ نافع سے روایت ہے:

أن ابن عمر كان إذا ختم أم القرآن لا يدع آمين ، يؤمن إذا ختمها و يحضهم على قولها و سمعت منه في ذلك خبراً

ابن عمر جب سورۃ فاتحہ ختم کرتے تو آمین (کہنا) نہ چھوڑتے، جب فاتحہ ختم کرتے تو آمین کہتے اور اسے کہنے کی ترغیب دیتے، میں نے ان سے اس کے متعلق ایک

روایت بھی سنی ہے۔

یہ روایت ابن حجر نے تغلیق التعلیق (۳۱۹/۲) میں اپنی سند کے ساتھ یحییٰ بن معین سے نقل کی ہے۔

۲) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

صحیح بخاری میں ہے:

" قال عطاء: آمين دعاء أمن ابن الزبير ومن ورائه حتى أن للمسجد للجة"

اور عطاء نے کہا: آمین ایک دعا ہے، ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں نے جوان کے پیچھے تھے (اتنی بلند آواز سے) آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔ (مع فتح الباری ج ۲ ص ۲۰۸)

یہ روایت مصنف عبدالرزاق (۲۶۴۰) وعنہ ابن حزم فی المحلیٰ (ج ۳/۲۶۴) مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۴۲۷) مسند الشافعی بترتیب محمد عابد السندھی (۸۲/۱ ح ۲۳۰، ۲۳۱) کتاب الثقات لابن حبان (۲۶۵/۶) السنن الکبریٰ للبیہقی (۵۹/۲) تغلیق التعلیق (۳۱۸/۲) میں با سند صحیح موجود ہے۔

اس حدیث کے راوی عطاء بن ابی رباح کے متعلق ابن حجر کہتے ہیں:

"ثقة فقيه فاضل لكنه كثير الإرسال" (التقریب: ۴۵۹۱)

وہ کتبِ ستہ کے مرکزی راوی ہیں، ان کی یہ روایت ان کا مشاہدہ ہے لہٰذا متصل ہے مرسل نہیں ہے، عطاء سے امام ابن جریج اس حدیث کے راوی ہیں، ابن معین، ابن سعد، ابن حبان، العجلی اور الذہبی وغیرہم نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے، ان پر حبیب اللہ ڈیروی کی متعہ والی جرح بلا سند اور مردود ہے۔

(مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں میری کتاب "نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین" کا مقدمہ ص ۴۰۔۴۲)

آپ مدلس تھے مگر آپ نے کہا:

" إذا قلت قال عطاء فأنا سمعته منه وإن لم أقل سمعت"

یعنی اگر میں کہوں کہ عطاء نے کہا ہے، تو وہ میں نے اس سے سنا ہے، اگر چہ میں سماع کی تصریح نہ کروں۔ (التعلیق الکبیر لابن خیثمہ ص ۱۵۲، وسندہ صحیح، تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۶۰)

مصنف عبدالرزاق میں ابن جریج کی عطاء سے سماع کی تصریح بھی ہے، الفاظ یہ ہیں:

" قال: قلت له: أكان ابن الزبير يؤمن على اثر أم القرآن ؟ قال نعم يؤمن من وراءه حتى أن للمسجد للجة "

ابن جریج نے کہا: میں نے (عطاء بن ابی رباح) سے پوچھا کیا ابن زبیر (رضی اللہ عنہ) فاتحہ کے اختتام پر آمین کہتے تھے؟ تو انھوں نے کہا: ہاں اور جوان کے پیچھے (نماز پڑھتے تھے) وہ بھی یہاں تک کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۹۶، ۹۷)

ابن جریج سے یہ حدیث عبدالرزاق (مصنف: ۲۶۴۰) محمد بن بکر (تغلیق التعلیق ۲/۳۱۸ بحوالہ مسند اسحاق بن راہویہ) مسلم بن خالد (مسند الشافعی ۱/۸۲) سفیان بن عیینہ (بلفظ لعله: مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۲۷) خالد بن ابی نوف (کتاب الثقات لابن حبان ۶/۲۶۵) نے بیان کی ہے۔

عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی کتب ستہ کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ تھے۔ حافظ ذہبی نے کہا: "الحافظ الكبير عالم اليمن ...... الثقة الشيعي" (النبلاء ۹/۵۶۴، ۵۶۳)

محمد بن بکر البرسانی کتب ستہ کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ تھے۔

حافظ ذہبی نے کہا: "الإمام المحدث الثقة" (سیر اعلام النبلاء ۹/۴۲۱)

مسلم بن خالد عندالجمہو رضعیف تھے ابن حبان، ابن عدی، ابن معین اور دارقطنی نے انھیں ثقہ کہا۔ احمد، ابن معین (فی روایۃ)، ابن مدینی، بخاری، ابن سعد اور الساجی وغیرہ نے ان پر جرح کی۔ بخاری کی جرح انتہائی شدید ہے مگر بعد کے الفاظ میں کچھ نرمی پیدا کر دیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا: " فقيه صدوق كثير الأوهام " (التقریب: ۶۶۲۵)

خلاصہ یہ کہ مسلم الزنجی حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے مگر صحیح اور حسن حدیث کے شواہد میں اس

کی روایت پیش کی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم

سفیان بن عیینہ کتب ستہ کے راوی، ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجۃ تھے:

''إلا أنه تغير حفظه بآخرة و كان ربما دلس لكن عن الثقات'' (التقریب:۲۴۵۱)

ابوبکر بن ابی شیبہ کا ان سے سماع قبل از اختلاط کا ہے کیونکہ ابوبکر کی ان سے روایات صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہیں، خالد بن ابی نوف کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (۲۶۴/۶) ہمارے علم کے مطابق اس پر کسی نے بھی جرح نہیں کی، ابن حجر نے ''مقبول'' (عند المتابعۃ) قرار دیا۔ (التقریب:۱۶۸۳)

لہٰذا اس کی روایت شواہد میں مقبول ہے اور وہ مجہول الحال ہے۔ واللہ اعلم

خالد سے مطرف بن طریف اس روایت کے راوی ہیں جو کہ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ فاضل تھے۔ (التقریب:۶۷۰۵)

مطرف سے ابوحمزہ السکری (محمد بن میمون المروزی) نے یہ حدیث بیان کی ہے، جو کہ کتب ستہ کا راوی اور ثقہ فاضل تھا۔ (التقریب:۶۳۴۸)

ابوحمزہ سے علی بن الحسن بن شقیق نے یہ حدیث بیان کی جو کہ کتب ستہ کے راوی اور ثقہ حافظ تھے۔ (التقریب:۴۷۰۶)

علی بن الحسن سے اسحاق بن ابراہیم یعنی امام ابن راہویہ اور احمد بن منصور المروزی نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیم صحیحین کے راوی اور ثقہ حافظ مجتہد قرین احمد بن حنبل تھے۔

التقریب (۳۳۵) میں ہے کہ ابوداود نے ان کے متعلق کہا: ان کا حافظہ زندگی کے آخری ایام میں متغیر ہو گیا تھا، لیکن حافظ ذہبی نے ابوداود کی طرف منسوب اس قول کی تردید کرتے ہوئے کہا: ''فهذه حكاية منكرة'' یعنی یہ تغیر والی حکایت منکر ہے۔ (النبلاء ۳۷۷/۱۱) اور اختلاط کے الزام کی زبردست تردید کی ہے۔

(یاد رہے کہ ابوداود سے اس قول کا راوی ابوعبید محمد بن علی الآجری ہے جو کہ مجہول الحال ہے، دیکھئے تیسری حدیث اگرچہ حافظ ذہبی نے کہا: ''وما علمت أحداً لينه'' تو ہم کہتے ہیں: ''وما علمنا أحداً وثقه'')

لہٰذا تغیر اور اختلاط کا الزام بالکلیہ مردود ہے۔

احمد بن منصور المروزی صحیح مسلم کا راوی اور صدوق تھا۔ (التقریب:۱۱۳)

ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا۔

(صحیح مسلم کا راوی ہونے میں اس کے متعلق اختلاف ہے، ابوحاتم نے کہا: صدوق تھا)

امام ابن راہویہ سے ان کے ''راویہ'' (مشہور شاگرد) عبداللہ بن محمد (بن عبدالرحمٰن بن شیرویہ) نے یہ حدیث بیان کی۔ ابن شیرویہ: ''الإمام الحافظ الفقيه'' تھا۔ (النبلاء ۱۶۶/۱۴)

''وسمع المسند كله من إسحاق ايضاً وراجع التقييد لمعرفة رواة السنن والمسانيد لإ بن نقطة'' (ص۳۱۹رقم ۳۸۲)

حاکم نے کہا: ''واحتجوا به'' (ایضاً)

اس کی احادیث سے صحیح ابن حبان بھری پڑی ہے مثلاً: (دیکھئے ج احدیث ۱۶، ۲۸، ۲۸۱، ۵۱)

عبداللہ بن محمد الازدی سے ابن حبان نے یہ روایت بیان کی۔ (کتاب الثقات ۲۶۵/۶)

احمد بن منصور سے ابوبکر محمد بن الحسین القطان نے یہ حدیث بیان کی، اس شخص کو ابن ناجیہ نے ''يكذب'' کے الفاظ کے ساتھ متہم کیا ہے۔

امام دارقطنی نے کہا: ''ليس به بأس'' (تاریخ بغداد ۲۳۲/۲)

امام بیہقی نے اس کی ایک روایت کو ''صحيح'' قرار دیا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳۲۹/۱۰)

معلوم ہوا کہ وہ جمہور کے نزدیک ''ليس به بأس'' اور ''صحيح الرواية'' ہے لہٰذا اس کی روایت شواہد میں پیش کی جاسکتی ہے۔

ابوبکر القطان کا شاگرد ابویعلیٰ حمزہ بن عبدالعزیز الصید لانی المہلبی النیسابوری تھا۔

حافظ ذہبی نے کہا: ''الشیخ الثقة العالم ، شیخ الأطباء''

(سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۶۴، نیز دیکھئے العبر ۲/۲۱۲، وفیات سنہ ۴۰۶ھ الانساب ۳/۵۷۳، اللباب ۲/۲۵۴، تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۰۶۴، شذرات الذہب ۳/۱۸۱، الحلقۃ الاولی من تاریخ نیسابور المنتخب من السیاق للامام عبدالغافر ص ۳۱۵، ۳۱۶، رقم ۶۲۶)

☆ خلاصہ یہ ہے کہ یہ سند بالکل صحیح ہے لہٰذا امام بخاری کا اسے بطور جزم بیان کرنا بجا ہے۔

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

''یہ روایت خود ان (علی بن الحسن بن شقیق) کے نزدیک نا قابل اعتبار ہے۔'' (اظہار التحسین ص ۶۸)

علی بن الحسن نے ابوحمزہ کی ''کتاب الصلوٰۃ'' کی ایک حدیث میں اشتباہ کی وجہ سے تمام ''کتاب الصلوٰۃ'' (کو بیان کرنا) چھوڑ دیا تھا، انھوں نے حدیث مذکور کو ابوحمزہ سے بیان کیا ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں: ''ثنا علي بن الحسن قال: ثنا أبو حمزه السكري''

(کتاب الثقات ۶/۲۶۵)

معلوم ہوا کہ علی بن الحسن نے یہ حدیث ابوحمزہ سے سنی ہے، اور آگے اپنے شاگردوں کے سامنے بیان کی ہے لہٰذا یہ حدیث ابوحمزہ السکری کی ''کتاب الصلوٰۃ'' کے علاوہ کسی دوسری کتاب سے علی بن الحسن نے سنی ہے اور ان کے نزدیک معتبر ہے اسی لئے انھوں نے اپنے دوشاگردوں کو یہ حدیث بطور تحدیث سنائی ہے۔

(ابوحمزہ السکری ۱۶۶ھ کو فوت ہوئے/ تہذیب التہذیب، اظہار التحسین ص ۶۹)

علی بن الحسن بن شقیق ۱۳۷ھ کو پیدا ہوئے (التہذیب ۷/۲۹۹) یعنی وہ ابوحمزہ کی وفات کے وقت ۲۹ سال کے تھے کسی محدث نے یہ نہیں کہا کہ آپ کا سماع ابوحمزہ سے بعد از اختلاط کا ہے۔

بلکہ حافظ ابن حبان نے ابوحمزہ سے ان کی روایت کو صحیح قرار دیا۔

(راجع صحیح ابن حبان ۴/۷۰ رقم ۲۴۲۴)

حافظ ہیثمی نے اس کی تصحیح پر سکوت کیا ہے۔ (موارد الظمآن:۶۷۹)

حافظ ابن حجر نے بھی سکوت کیا ہے۔ (التلخیص الحبیر ۲/۱۶ح ۵۲۲)

اس کی تصحیح ابن السکن سے اور تقویت احمد بن حنبل سے نقل کی یعنی ابن حبان وغیرہ کے نزدیک علی بن الحسن بن شقیق کا ابوحمزہ السکری سے سماع اختلاط سے پہلے اور صحیح حالت کا ہے لہٰذا اختلاط کا الزام مردود ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے (المصنف میں) کہا:

حدثنا وكيع قال: حدثنا الربيع عن عطاء قال: لقد كان لنا دوي في مسجدنا هذا بآمين إذا قال الإمام ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضآلين﴾

عطاء بن ابی رباح نے کہا: ہماری مسجد میں جب امام ﴿**غير المغضوب عليهم ولا الضآلين**﴾ کہتا تو بھنبھناہٹ ہوتی تھی۔ (ابن ابی شیبہ ۲/۴۲۶)

یہ روایت ابن جریج کی روایت کا شاہد ہے، وکیع کتبِ ستہ کے راوی اور ثقہ حافظ عابد تھے۔ (التقریب:۷۴۱۴)

الربیع سے مراد الربیع بن صبیح السعدی ہے۔ (راجع تہذیب الکمال قلمی ۱/۴۰۵)

الربیع مذکور جمہور کے نزدیک حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے، احمد بن حنبل اور ابوزرعہ وغیرہما نے اس کی تعدیل کی، ابن سعد، نسائی اور الساجی وغیرہما نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (التہذیب ۳/۲۴۷)

حافظ ذہبی نے کہا: ''**وكان صدوقاً غزا عابداً ضعفه س (النسائي)**'' (الکاشف ۱/۲۳۶)

حافظ ابن حجر نے کہا: ''**صدوق سيئ الحفظ وكان عابداً مجاهداً قال الرامهرمزي: هو أول من صنف الكتب بالبصرة**'' (التقریب:۱۸۹۵)

ایسے راوی کی روایت صحیح یا حسن کی تائید میں شواہد و متابعات میں پیش کی جا سکتی ہے۔

عکرمہ مولیٰ ابن عباس کی روایت

امام ابن ابی شیبہ نے کہا:

حدثنا وكيع قال: ثنا فطر قال: سمعت عكرمة يقول: أدركت

الناس ولهم زجة [وفی المحلٰی ۳/۲٦۴"ضجة"] في مساجد هم بآمين إذا قال الإمام غير المغضوب عليهم و لاالضآلين

وکیع نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) فطر نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) میں نے عکرمہ (تابعی) سے سنا، وہ کہہ رہے تھے، میں نے لوگوں کو (ان کی مساجد میں) اس حال میں پایا کہ جب امام ﴿غير المغضوب عليهم ولا الضآلين﴾ کہتا تو لوگوں کے آمین کہنے سے مساجد گونج اٹھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۲۵)

امام وکیع بالاتفاق ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۷۴۱۴)

فطر بن خلیفہ صحیح بخاری کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں، احمد بن حنبل، یحییٰ بن سعید، العجلی، ابن سعد، ابن معین، ابوحاتم، نسائی، الساجی، ابونعیم، ابن حبان، ابن نمیر اور ابن عدی وغیرہم نے اسے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔ (راجع التہذیب ۸/۲۹٦)

السعدی، الدارقطنی، وفی روایۃ أبی داود (لعلہ من طریق الآجری) عن احمد بن یونس، ابوبکر بن عیاش، قطبۃ بن العلاء (ضعیف عند الجھور راجع المیزان) نے جرح کی۔

قطبہ کی جرح ان کے ذاتی ضعف کی وجہ سے مردود ہے۔ احمد بن یونس کی جرح باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی السعدی "في نفسه" ثقہ وصدوق امام ہونے کے باوصف متعنت (متشدد) تھے اور ان پر ناصبی ہونے کا الزام تھا۔ ان کی اور امام دارقطنی کی جرح جم غفیر کے قول کے مقابلے میں مردود ہے۔ حافظ ابن حجر (فطر بن خلیفہ کے بارے میں) کہتے ہیں: "صدوق رمي بالتشيع" (التقریب: ۵۴۴۱)

حافظ ذہبی نے کہا: "الشيخ العالم ، المحدث الصدوق" (سیر اعلام النبلاء ۷/۳۰)

اور کہا: "وحديثه من قبيل الحسن" (النبلاء ۷/۳۲)

یعنی اس کی حدیث حسن کی قسم سے ہے، زیلعی حنفی نے فطر بن خلیفہ پر السعدی کی جرح کا رد کیا ہے۔ (نصب الرایہ ۳۴۴، ۳۴۹، و رجع ج۲ ص۲۲۳)

ہیثمی نے اسے ثقہ کہا۔ (مجمع الزوائد ۱۰۴/۹)۔

اور کہا: ''**ثقة وفيه كلام لايضر**'' (ج۵ص۷۰)

فطر کا استاد عکرمہ مولیٰ ابن عباس ہے۔ (راجع تہذیب الکمال قلمی ج۲ص۱۱۰۶)

عکرمہ صحیح بخاری وغیرہ کا راوی اور عندالجمہور ثقہ ہے۔

امام بیہقی نے کہا: ''**وعكرمة عند أكثر الأئمة من الثقات الأثبات والله أعلم**''

(السنن الکبریٰ ۲۳۴/۸، وراجع نصب الرایۃ ۳۴۳/۳)

ابن ناصرالدین نے کہا: ''**احتج أحمد ويحيىٰ والبخاري والجمهور بما روى**''

(شذرات الذہب ۱۳۰/۱)

حافظ ابن حجر نے کہا: ''**ثقة ثبت عالم بالتفسير ولم يثبت تكذيبه عن ابن عمر ولا يثبت عنه بدعة**'' (التقریب:۴۶۷۳)

☆ خلاصہ یہ ہے کہ یہ سند حسن لذاتہ ہے اور عطاء کی روایت کا قوی شاہد ہے لہٰذا عطاء کی روایت بالکل صحیح ہے۔ واللہ اعلم

ان آثار کے مقابلے میں کسی صحابی سے باسند صحیح یا حسن، آمین بالسر ثابت نہیں ہے۔

چھٹی حدیث

امام ابن ماجہ نے کہا:

''**حدثنا إسحاق بن منصور: أخبر نا عبدالصمد بن عبدالوارث: ثنا حماد بن سلمة: ثنا سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن عائشة عن النبي ﷺ قال: ((ماحسدتكم اليهود على شئي، ما حسدتكم على السلام والتأمين))**''

اسحاق بن منصور نے ہمیں حدیث بیان کی (کہا) ہمیں عبدالصمد بن عبدالوارث نے حدیث بیان کی (کہا) ہمیں حماد بن سلمہ نے حدیث بیان کی کہ (کہا) ہمیں سہیل بن ابی صالح وہ اپنے باپ سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یہود نے تمھارے

ساتھ کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کیا جتنا سلام اور آمین پر حسد کیا۔

(سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷۸ حدیث ۸۵۶)

اس حدیث کے بارے میں عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری (المتوفی ۶۵۶ھ) نے کہا:

''رواه ابن ماجه باسناد صحيح'' (الترغیب والترہیب ۱/ ۳۲۸)

شیخ بوصیری نے کہا:'' هٰذا إسناد صحيح ورجاله ثقات احتج مسلم بجميع رواته''(زوائد ابن ماجہ: ۸۵۶) ذکوان ابوصالح کتبِ ستہ کے راوی اور بالاتفاق ثقہ ہیں۔

(راجع التہذیب ۳/ ۲۱۹)

حافظ ابن حجر نے کہا:''ثقة ثبت وكان يجلب الزيت إلى الكوفة''

(تقریب التہذیب: ۱۸۴۱)

سہیل بن ابی صالح صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان وغیرہ کا راوی ہے اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہے۔

امام ترمذی نے اس کی ایک منفرد حدیث کے بارے میں کہا:'' حسن (صحيح)''

(سنن الترمذی: ۱۹۰۶، وتحفۃ الاشراف: ۱۲۵۹۵)

حافظ ذہبی نے کہا:''الإمام المحدث الكبير الصادق''(النبلاء ۵/ ۴۵۸)

حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا:''صدوق تغير حفظه بأخرة روى له البخاري مقروناً وتعليقاً'' (التقریب: ۲۶۷۵)

سہیل سے حماد بن سلمہ اور خالد بن عبداللہ کی روایات صحیح مسلم وغیرہ میں موجود ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا اس سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے لہٰذا اختلاط کا الزام مردود ہے۔ (کسی محدث نے اس کی تصریح نہیں کی کہ حماد کا سماع اس سے بعد از اختلاط ہے)

حماد بن سلمہ صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور صحیح ابی عوانہ وغیرہ کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ''ثقة عابد أثبت الناس في ثابت وتغير حفظه بأخرة''

(التقریب:۱۳۹۹)

حماد سے عبدالصمد بن عبدالوارث کی روایت صحیح مسلم وغیرہ میں ہے۔

(تہذیب الکمال مطبوع ۷/ ۲۵۸)

لہٰذا عبدالصمد کا ان سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے۔

(دیکھئے مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقی ص۴۶۶ النوع ۶۲)

صحیح ابن خزیمہ میں خالد بن عبداللہ نے حماد کی متابعت کی ہے۔ (۱/ ۲۸۸ح ۵۷۴)

خالد بن عبداللہ الطحان کتبِ ستہ کے راوی اور ثقہ ثبت تھے۔ (التقریب:۱۶۴۷)

حماد کا شاگرد عبدالصمد بن عبدالوارث کتبِ ستہ کا راوی، صدوق ثبت فی شعبہ تھا۔

(التقریب:۴۰۸۰)

اسحاق بن منصور بن بہرام الکوسج صحیحین کے راوی، عبدالصمد بن عبدالوارث کے شاگرد اور ثقہ ثبت تھے۔ (تہذیب الکمال مطبوع ۲/ ۴۷۵، التقریب:۳۸۴)

خالد بن عبداللہ کے شاگرد ابوبشر الواسطی اسحاق بن شاہین صحیح بخاری کے راوی اور صدوق تھے۔

(التقریب:۳۵۹)

صحیح ابن خزیمہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((إن اليهود قوم حسد وهم لا يحسدونا على شئ كما يحسدونا على السلام وعلى آمين))

بے شک یہود حاسد قوم ہے، اور وہ ہم سے جتنا سلام اور آمین پر حسد کرتے ہیں اتنا کسی چیز پر نہیں کرتے۔ (ج۱ص۲۸۸رقم ۵۷۴)

اس متن کے تین شواہد اور بھی ہیں:

شاہد نمبر ۱:

امام احمد بن حنبل نے کہا:

" ثنا علي بن عاصم عن حصین بن عبدالرحمٰن عن عمر بن قیس عن محمد بن الأشعث عن عائشة قالت ... استاذن رجل من الیهود ...((إنهم لا یحسدو نا علی شئ كما یحسدو نا ... وعلی قولنا خلف الإمام آمین)) "

علی بن عاصم نے ہمیں حدیث بیان کی وہ حصین بن عبدالرحمٰن سے وہ عمر بن قیس سے وہ محمد بن اشعث سے وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے (مفہوم حدیث ہے) کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ یہود ہمارے امام کے پیچھے آمین کہنے سے حسد کرتے ہیں۔

محمد بن الأشعث "مقبول من الثانیة ووهم من ذكره في الصحابة"

(التقریب:۵۷۴۲)

ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا۔ (تہذیب التہذیب ۹/۵۵)

عمر بن قیس (الماصر ابوالصباح) "صدوق ربما وهم ورمي بالإرجاء" (التقریب:۴۹۵۸)

محمد بن الاشعث کا شاگرد تھا۔ (تہذیب الکمال قلمی ج۲ص۱۰۲۱)

جمہور علماء کے نزدیک وہ ثقہ تھا۔ (راجع التہذیب العسقلانی ۷/۴۳۰)

حافظ ذہبی نے فیصلہ کیا کہ وہ "ثقة مرجئ" تھا۔ (الکاشف ج۲ص۲۷۶)

لہٰذا حافظ ذہبی کی بات جمہور کے مطابق ہونے کی وجہ سے فیصلہ کن ہے۔

حصین بن عبدالرحمٰن السلمی ابوالہذیل الکوفی کتبِ ستہ کا راوی ہے" ثقة تغیر حفظه في الآخر" (التقریب:۱۳۶۹)

اس سے علی بن عاصم کی روایت سنن ترمذی میں ہے۔ (تہذیب الکمال مطبوع ج۶ص۵۲۱)

علی بن عاصم مختلف فیہ راوی ہے، جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، بعض نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگایا مگر متعدد محدثین نے اسے سچا قرار دیا ہے۔

ابن حجر نے کہا: "صدوق يخطئ و يصر ورمي بالتشيع" روایت میں غلطی کرتا ہے

اوراس پر اصرار کرتا ہے۔ (التقریب:۴۷۵۸)

علی بن عاصم، امام احمد بن حنبل کا استاد تھا اور ظفر احمد تھانوی لکھتے ہیں: ''وکذا شیوخ أحمد کلھم ثقات'' (قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۳۳)

حافظ ذہبی نے اسے ''الإمام العلم شیخ المحدثین مسند العراق'' قرار دیا (النبلاء ۹/ ۲۴۹) وہ قولِ راجح میں ضعیف ہے لیکن وہ اس حدیث کے ساتھ متفرد نہیں بلکہ سلیمان بن کثیر نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ (ملاحظہ ہو السنن الکبریٰ ۲/۵۶)

سلیمان بن کثیر کتبِ ستہ کا راوی ہے، اور جمہور کے نزدیک ''لا بأس بہ'' ہے بلکہ غیر زہری میں ثبت ہے (التہذیب ۴/۲۱۶) اس کی یہ روایت غیر زہری سے ہے، لہٰذا یہ روایت علی بن عاصم کا قوی متابع ہے، بیہقی کی سند میں عمرو بن قیس ہے۔ واللہ اعلم

شاہد نمبر ۲:

امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''**إن الیھود قد سئموا دینھم وھم قوم حسد ولم یحسدوا المسلمین علٰی أفضل من ثلاث: رد السلام واقامة الصفوف وقولھم خلف إمامھم فی المکتوبة آمین**

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اپنے دین سے اکتا چکے ہیں اور وہ حاسد لوگ ہیں۔ وہ جن اعمال پر مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں ان میں سے افضل ترین یہ ہیں (۱) سلام کا جواب دینا (۲) صفوں کو قائم کرنا (۳) اور ان کا فرض نمازوں میں امام کے پیچھے آمین کہنا۔

(الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۳۲۸، ۳۲۹ وقال المنذری: رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد حسن. قال الہیثمی فی مجمع الزوائد ۲/۱۱۳، رواہ الطبرانی فی الاوسط ۴۹۰۷ واسنادہ حسن)

اسے طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

(حافظ منذری اور حافظ ہیثمی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں: ''اور اپنے وقت میں اگر علامہ ہیثمی کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی'' (احسن الکلام ۱/۲۳۳ حاشیہ ۲ طبار دوم)

تنبیہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرض نماز میں امام کے پیچھے آمین کہنے سے یہودی حسد کرتے ہیں۔ (آمین بالجہر سے انھیں چڑ ہے ورنہ اگر دل میں آمین کہی جائے تو انھیں معلوم کیسے ہوگا اور ان کا حسد کرنا کیسا؟)

شاہد نمبر ۳:

خطیب بغدادی نے تاریخ (۱۱/۴۳) اور ضیاء المقدسی نے ''المختارة'' (۵/۱۰۷ ح ۱۷۲۹، ۱۷۳۰) میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (الفاظ خطیب کے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن اليهود ليحسدونكم على السلام والتأمين)) بے شک یہود تم سے سلام اور آمین پر حسد کرتے ہیں۔

اس کے سارے راوی ثقہ وصدوق ہیں لہٰذا اس کی سند صحیح ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کا یہ دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ نبی ﷺ کا آمین بالجہر کہنا متواتر احادیث کے ساتھ ثابت ہے۔ مانعین کے پیش کردہ دلائل، غیر صریح، مبہم، معلول، ضعیف اور بلا سند ہیں لہٰذا صحیح ومتواتر احادیث کے مقابلے میں مردود و باطل ہیں۔

چند غلط فہمیوں کا ازالہ

۱ بعض لوگوں نے کہا: ''آمین دعا وذکر ہے اور دعا وذکر میں اصل اخفاء ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ اپنے رب سے عاجزی اور آہستگی کے ساتھ دعا کیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں

کو دوست نہیں رکھتے ۔ (اظہار التحسین فی اخفاء التامین ص ۵۱، ۵۴)

جواب:

۱) آیت ادعوا ربکم ......إلخ کے معنی ہمارے علم کے مطابق آج تک کسی مستند مفسر نے بھی خفیہ آمین کہنے کے نہیں کئے (تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن جوزی، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر بیضاوی، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک، تفسیر جلالین اور تفسیر فتح البیان وغیرہ دیکھ لیجئے ۔ نیز ملاحظہ ہو (الظفر المبین فی رد مغالطات المقلدین ۱/ ۸۷) لہذا یہ مفہوم جدید اختراع اور خانہ زاد ہے۔

۲) حکم آمین اس آیت کے عموم سے مستثنیٰ اور مخصوص ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آمین بالجہر کہی ہے لہذا رسول اللہ ﷺ کی بات قرآن کی آیت کے مفہوم کے تعین میں حجت ہے۔اس آیت کے مفہوم سے اور بھی کئی دعائیں مستثنیٰ ہیں مثلاً صحیح مسلم میں ہے:

" فلما قضى النبي ﷺ صلوته ثم دعا عليهم......" (کتاب الجهاد باب مالقی النبی من أذی المشرکین ح ۱۰۷/ ۱۷۹۴) اور صحیح مسلم میں ہی براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:" فسمعته يقول: رب قني عذابك ......إلخ"

(کتاب الصلوۃ باب استحباب یمین الإمام ح ۹۲/ ۷۰۹)

۳) بدلیل آیت ادعوا ربکم ......إلخ اہل الرائے کے نزدیک ہر دعا کو اگر خفیہ پڑھنا لازم آتا ہے تو وہ خود اس آیت کے خود ساختہ مفہوم کے خلاف بلند آواز میں کیوں دعائیں کرتے ہیں؟ مثلاً جہری نماز میں فاتحہ بالجہر پڑھتے ہیں جو دعا ہے۔

☆ فرضوں کے بعد اونچی آواز سے دعا کرتے ہیں ۔بعض مقامات پر ان کے مقتدی اونچی آواز میں آمین بھی کہتے ہیں ۔

☆ رائے ونڈ میں تبلیغی اجتماع کے آخری دن لاؤڈ سپیکر پر بلند آواز سے دعا کی جاتی ہے جس میں شمولیت کے لئے لوگ شد رحال کر کے آتے ہیں ۔

ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔

٤) ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ نے جو دعا خفیہ کی ہے وہ خفیہ کرنی چاہیے اور جو بالجہر کی ہے وہ بالجہر کرنی چاہیے۔ چونکہ آمین آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کے جان نثار صحابہ سے ثابت ہے لہٰذا آمین بالجہر کہنی چاہئے قرآن مجید کے عموم کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ ائمۂ اربعہ کے نزدیک جائز ہے۔ (الاحکام للآمدی ۲/۳۴۷)

بلکہ آمین بالجہر کی جو روایات ہم نے رسول اللہ ﷺ وصحابہ رضی اللہ عنہم سے پیش کی ہیں ان کی روشنی میں امام مسلم رحمہ اللہ نے فیصلہ فرمایا:

قد تواترت الروايات كلها ان النبي ﷺ جهر بآمين

ساری متواتر احادیث سے ثابت ہے، کہ نبی ﷺ آمین بالجہر کہتے تھے۔

(التمییز قلمی ص ۹ للامام مسلم رحمہ اللہ)

(اور متواتر احادیث کے ساتھ قرآن مجید کی تخصیص سب کے نزدیک جائز ہے۔)

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید اور صحیح احادیث دونوں بیک وقت حجت ہیں اور ان پر عمل کرنا فرض ہے۔ قرآن وحدیث ایک دوسرے کی تشریح وتبیین کرتے ہیں اور ان میں الحمدللہ ذرہ برابر بھی تضاد نہیں۔

٥) بعض لوگوں نے حافظ ابن حزم اندلسی سے نقل کیا ہے کہ ''سفیان ثوری وامام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین سراً کہے'' (دیکھئے اظہار التحسین ص ۳۰)

جواب:

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ ۳۸۴ھ میں قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ (النبلاء ۱۸/۱۸۵)

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ۱۶۱ھ میں فوت ہوئے۔ (الکاشف ۱/۳۰۱)

لہٰذا یہ بلاسند بات کالعدم کے حکم میں ہے، جب سفیان ثوری کا مذہب اخفاء آمین ان سے باسند صحیح ثابت نہیں تو ان کی روایت کردہ حدیث (جس میں وہ منفرد بھی نہیں اور بالجہر کی

صراحت بھی ہے) کے مطابق ان کا عمل ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔

٦) بعض لوگوں نے منطقی موشگافیاں کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ''قارئین کرام یہاں بھی قولوا کا صیغہ مطلق ہے، یہاں بھی جہر ربنا لک الحمد کا کیا جائے حالانکہ بالاتفاق اس کو پوشیدہ پڑھا جاتا ہے۔'' (اظہار التحسین ص٧٦)

جواب:

اتفاق کا دعویٰ صحیح نہیں ہے بلکہ **ربنا لك الحمد** جہر سے پڑھنا بھی صحیح ہے اور اس کے متعدد دلائل ہیں:

١) صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز میں **ربنا لك الحمد** ...... إلخ کہا تو آپ نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا: ابھی بولنے والا کون تھا؟ اس نے کہا: میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تیس سے اوپر فرشتوں کو دیکھا ایک دوسرے پر جلدی کر رہے تھے کہ اس عمل کو پہلے کون لکھے۔ (١/١٠٢، دارمی ص١۵۵، نسائی ١/١٧٢، طحاوی ١/١٣١)

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ **ربنا لك الحمد** بالجہر بھی جائز ہے۔

٢) امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا: ''**نا معتمر عن أيوب عن الأعرج سمعت أبا هريرة يرفع صوته باللهم ربنا ولك الحمد**'' (مصنف مطبوع ١/ ٢٤٨ اور مصنف قلمی ج١ ص١٧١) یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اونچی آواز کے ساتھ **اللهم ربنا ولك الحمد** کہتے تھے۔ (اس کی سند بالکل صحیح ہے اور اس کے راوی کتبِ ستہ کے راوی ہیں اور بالاجماع ثقہ ہیں)

ہمارے شیخ الاستاذ ابومحمد بدیع الدین الراشدی السندھی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر ایک رسالہ (اردو میں) لکھا ہے جس کا نام ہے۔ ''**نشاط العبد بجهر ربنا ولك الحمد**''

تفصیل کے لئے اس رسالہ کا مطالعہ کریں۔

٧) بعض لوگوں نے الدولابی کی کتاب الکنیٰ (١/ ١٩٦) سے وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نقل کیا کہ ''**ما رأيته الا ليعلمنا** ......'' میں نہیں خیال کرتا مگر یہ کہ آپ نے

ہمیں تعلیم دینے کے لئے ایسا کیا۔(اظہار التحسین ص ۱۰۷) اور اس سند کے ایک راوی یحییٰ بن سلمہ بن کہیل کے بارے میں ابن خزیمہ، ابن حبان اور الحاکم سے ثقہ وغیرہ ہونا نقل کیا۔

جواب:

یہ راوی محدثین کی بہت بڑی اکثریت کے نزدیک ضعیف ہے:

۱) ابن معین نے کہا:'' ضعیف الحدیث ، لیس بشئ''

(وفی روایۃ العقیلی :لا یکتب حدیثہ)

۲) ابوحاتم نے کہا:''منکر الحدیث لیس بالقوي''

۳) بخاری نے کہا:'' في حدیثه مناکیر ...... منکر الحدیث''

۴) ترمذی نے کہا:''یضعف فی الحدیث''

۵) نسائی نے کہا:''لیس بثقة ، متروك الحدیث''

۶) ابن نمیر نے کہا:'' لیس ممن یکتب حدیثه''

۷) دارقطنی نے کہا:'' متروك ضعیف''

۸) العجلی نے کہا:'' ضعیف الحدیث و کان یغلو فی التشیع''

۹) ابن سعد نے کہا:''کان ضعیفاً جداً'' (تہذیب التہذیب ۱۱/۱۹۷)

۱۰) یعقوب بن سفیان نے اس باب میں ذکر کیا جن کی روایت سے منہ پھیرا جاتا ہے اور کہا: ''و کنت أسمع أصحابنا یضعفو نهم'' ابوعبید آجری نے ابوداود سے نقل کیا: ''لیس بشئ'' (ملخصا از تہذیب التہذیب ۱۱/۲۲۵)

۱۱) حافظ ذہبی نے کہا:'' ضعیف '' (الکاشف ۳/۲۲۶)

۱۲) ابن حجر نے کہا:''متروك و کان شیعیاً''(التقریب:۷۵۶۱)

۱۳) ہیثمی نے کہا:''ضعیف ، و وثقه ابن حبان'' (مجمع الزوائد ج۶ ص۸۹)

۱۴) ابن عدی نے کہا:''مع ضعفه یکتب حدیثه'' (الکامل ج۷ ص۲۶۵۵)

۱۵) ابن المبارک نے کہا: ''ضعیف'' (الضعفاء للعقیلی ۴/۴۰۵)

۱۶) العقیلی نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا۔ (الضعفاء الکبیر ۴/۴۰۵)

۱۷) جوز جانی نے اسے ''ذاهب الحديث '' کہا۔(راجع احوال الرجال ص ۶۲ رقم ۶۰۔۶۱)

۱۸) ابن جوزی نے اسے ''كتاب الضعفاء و المتروكين ''میں ذکر کیا۔

(۳/۱۹۶رقم ۳۷۲۰)

۱۹) بیہقی نے کہا: ''رواه ابن خزيمة ...... محتجاًبه ويحي بن سلمة فيه ضعف ''

(السنن الکبریٰ ۹/۲۸۵)

۲۰) ابن الترکمانی حنفی نے بھی یحییٰ بن سلمہ پر سخت جرح نقل کی۔ (الجوہر النقی ۳/۳۰۱)

۲۱) ابوزرعہ رازی نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا۔ (ج ۲ ص ۶۶۹ رقم ۳۶۰)

۲۲) ابونعیم الاصبہانی نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے کہا: '' عن أبيه في حديث مناكير '' (الضعفاء ص ۶۲ رقم ۲۷۴)

ان علماء کے مقابلے میں، ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا اور پھر تعارض کا شکار ہوتے ہوئے اسے اپنی کتاب ''المجروحين والمحدثين والضعفاء والمتروكين ''(۳/۱۱۲) میں ذکر کیا اوران الفاظ کے ساتھ سخت جرح کی:

'' منكر الحديث جداً يروي عن أبيه أشياء لا تشبه حديث الثقات كأنه ليس من حديث أبيه فلما أكثر عن أبيه مماخالف الأثبات بطل الإحتجاج به فيما وافق الثقات ''

اورابن معین سے نقل کیا'' وكان يحدث عن أبيه أحاديث ليس لها أصول ''

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے یہ قاعدہ بتایا ہے کہ اگر ابن حبان ایک ہی شخص کو کتاب الثقات اور کتاب الضعفاء دونوں میں ذکر کریں تو: '' فتساقط قولاه '' ان کے دونوں قول ساقط ہو گئے۔(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۵۲)

لہٰذا یحییٰ بن سلمہ کے سلسلہ میں بھی ابن حبان کے دونوں اقوال ساقط ہو گئے ہیں۔ حاکم اور امام ابن خزیمہ کی بات جمہور محدثین کے مقابلے میں مردود ہے۔ امام ابن خزیمہ نے متعدد راویوں سے اپنی صحیح میں استدلال و احتجاج کیا ہے مثلاً مومل بن اسمٰعیل اور محمد بن اسحٰق وغیرہما مگر اہل الرائے ان کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے مگر جب جمہور کے خلاف ان کا شاذ قول ہو تو ان کے نزدیک حجت بن جاتا ہے۔ ﴿تلك إذاً قسمةٌ ضيزىٰ﴾

۸) حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حالانکہ اس کی سند میں ابراہیم بن ابی اللیث کذاب وضاع واقع ہے ......''

(اظہار التحسین ص ۱۴۴)

اور اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔ ''......سفیان ثوری سے یہ روایت کئی شاگرد نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: ......

۵ حضرت امام عبید اللہ بن عبدالرحمٰن الاشجعی اپنے استاد حضرت سفیان ثوری سے ''یمدبها صوته'' نقل فرماتے ہیں۔ (دیکھئے سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۷)

...... یہ چھ شاگرد خود بھی بلند پایہ امام ہیں اور بڑے بڑے ائمہ حدیث کے استاد بھی ہیں...... اور بڑے ثقہ بھی ہیں یہ سب مد بها صوته یا یمد بها صوته کے الفاظ نقل کرنے پر متفق ہیں۔''

(اظہار التحسین ص ۱۵۰)

نقاب کشائی

واضح رہے سنن بیہقی (المعروف بالسنن الکبریٰ ۲/ ۵۷) میں الاشجعی کی روایت ابراہیم بن ابی اللیث سے ہی ہے، جسے ڈیروی اپنی کتاب کے ص ۱۴۴ پر کذاب و وضاع قرار دے چکے ہیں، پھر اسی کذاب و وضاع کی روایت سے بایں شان وشوکت استدلال اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا مقصد صرف عوام المسلمین کو دھوکا دینا ہے۔ ورنہ ایک شخص کو خود کذاب تسلیم کرنے کے بعد اس کی روایت کو بطور دلیل پیش کرنا آخر کیا معنی رکھتا ہے؟

ان دوغلی چال چلنے والوں کو کیا اس بات کی فکر نہیں ہے کہ قیامت کے دن رب کائنات کے دربار میں ان کا کیا جواب ہوگا؟ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ ڈیروی صاحب اوران جیسے اہل الرائے کی کتابوں و''تحقیقات'' کا یہی حال ہے ان کا کوئی معیار نہیں ہوتا۔ جو راوی مرضی کے مطابق ہے وہ ان کے نزدیک ثقہ ہے چاہے اسے بیسیوں علماء نے کذاب وضعیف ہی قرار دیا ہو اور جو راوی مرضی کے خلاف ہو وہ کذاب و متروک ہے چاہے اسے بیسیوں علماء نے ثقہ وصدوق ہی قرار دیا ہو۔ بعض جگہ جب مرضی ہو تو قرآن مجید پیش کر کے صحیح احادیث کو خبر واحد اور ظنی الثبوت وغیرہ کہہ کر رد کر دیا جاتا ہے۔ قرآن و صحیح حدیث میں جمع، تطبیق و توفیق نہیں دی جاتی اور جب مرضی ہوتی ہے موضوع وضعیف روایات کی بدولت قرآن مجید کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ سب کارروائیاں خواہشات نفسانیہ کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ میں نے یہ چند فقرے جذبات سے مغلوب ہو کر نہیں لکھے بلکہ ان اہل الرائے کی دھاندلیوں کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً:

☆ ظفر احمد تھانوی عثمانی دیوبندی صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے'' اعلاء السنن'' شیخ عداب محمود الحمش العربی اپنی کتاب'' رواۃ الحدیث'' میں ص ۲۷ پر لکھتے ہیں:

''**طبع هذا الكتاب مع مقدماته الثلاثة في واحد وعشرين جزءاً وفي هذا الكتاب بلايا و طامات مخجلة**'' یہ کتاب اپنے تین مقدموں کے ساتھ اکیس جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور کتاب میں بلائیں اور شرمندہ کن مصیبتیں ہیں۔ اس کتاب کی تیسری جلد کے ص ۱۶۱ وغیرہ پر تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ قرون ثلاثہ میں کسی راوی کا مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔ اور اسی جلد ص ۱۳۱ پر'' **عن يحيى بن سباق عن رجل من آل الحارث عن ابن مسعود** ......'' الخ کو ''**ففيه رجل مجهول فلا يحتج به**'' کہہ کر رد کر دیا ہے۔ (نیز دیکھئے ج ۴ ص ۱۰۳)

☆ سرفراز خان صفدر دیوبندی اپنی کتاب (احسن الکلام ۲/۷۰) میں محمد بن اسحٰق تابعی کو

کذاب کہتے اور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی دوسری کتاب (تسکین الصدور طبع اول ص ۱۹۱) میں سماع موتی کے سلسلہ میں (مستدرک ۲/۵۹۵) سے ایک حدیث پیش کر کے اس کی تصحیح نقل کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث کا دارومدار محمد بن اسحاق ہی پر ہے۔ وہ اسے ''صحیح روایت'' قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک اس کا انکار صحیح حدیث کا انکار ہے۔ (دیکھئے توضیح الکلام ۱/۲۹۰) نیز دیکھئے'' سماع الموتیٰ'' (ص ۲۸۸، ۲۸۹)

☆ حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے اپنی کتاب نور الصباح کے مقدمہ ص ۱۸ بترقیمی طبع دوم، میں ابن جریج پر سخت جرح کی ہے۔ اور اپنی اسی کتاب کے ص ۲۲ پر اسی ابن جریج کی روایت کو بطور حجت پیش کیا ہے، بلکہ ص ۲۲۲ پر اسے'' ثقہ ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے....'' قرار دیا ہے۔ ڈیروی صاحب نے ص ۲۲۴ پر حجاج بن ارطاۃ کو ضعیف، مدلس، کثیر الخطاء اور متروک الحدیث قرار دیا ہے اور اسی کتاب کے ص ۱۶۷، ۱۶۸ پر اسی حجاج بن ارطاۃ کی روایت کو پیش کر کے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔ (راجع مجمع الزوائد ۲/۱۰۱)

مختصر یہ کہ اس قوم کا اوڑھنا بچھونا ہی تقلید پرستی، مغالطہ دہی اور دھوکا بازی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تعصب اور بے اصولیوں سے بچائے۔

اگر کوئی شخص میری اس کتاب میں غلطی اور وہم کی نشاندہی کر دے تو میں اس کا شکریہ ادا کر کے علی الاعلان رجوع کروں گا۔ وما علینا إلا البلاغ

(۲۳/۱۱/۱۹۸۹ء بروز جمعرات)

(مراجعۃ الطبعۃ الثانیۃ ۱۵ ستمبر ۲۰۰۶ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''حدیث اور اہلحدیث''

کتاب کے رسالے ''اخفاء التامین''

کا مکمل جواب

[دیوبندی بنام دیوبندی]

دیو بندی بنام دیو بندی

''حدیث اور اہلحدیث'' کتاب کے رسالے'' اخفاء التامین'' کا مکمل جواب دیو بندی کتابوں کی رو سے پیشِ خدمت ہے۔ والحمدللہ

دیو بندی (۱):

> اخفاء التامین (نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے)
>
> قال اللہ تعالیٰ " قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا " (الآیۃ) ۱۰: ۸۹
>
> قبول ہو چکی دعا تمہاری۔
>
> اخرج ابو الشیخ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان موسیٰ علیہ السلام اذا دعا امّن ہارون علی دعائہ یقول آمین
>
> ابو الشیخ نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب دعا کرتے تو ہارون علیہ السلام آمین کہتے۔
>
> (حدیث اور اہل حدیث ص ۳۶۸)

جواب: یہ روایت الدر المنثور (ج ۳ ص ۳۱۵) میں ''وأخرج أبو الشیخ'' کی سند کے ساتھ موجود ہے، لیکن اس کی سند مذکور نہیں۔

سرفراز خان صفدر دیو بندی نے کہا: ''اور بے سند بات حجت نہیں ہوسکتی۔''

(احسن الکلام ج ۱ ص ۳۲۷، طبع دوم، اثر سعید بن المسیب)

محمد حبیب اللہ ڈیروی دیو بندی نے کہا: '' حالانکہ بغیر سند کے بات قابل اعتبار نہیں ہوسکتی۔''

(اظہار التحسین ص ۱۷۳، طبع ۱۹۸۲ء)

تنبیہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس مفہوم کی روایت مصنف عبدالرزاق (ج ۲ ص ۹۹ ح ۲۶۵۱) میں ''بشر بن رافع عن ابی عبداللہ عن ابی ہریرہ'' کی سند سے موجود ہے۔ بشر بن رافع کے بارے میں حبیب اللہ ڈیروی نے کہا: ''وضاع ہے یعنی حدیث اپنی طرف سے گھڑنے والا''

(اظہار التحسین ص ۱۳۲) اور ابو عبداللہ کے بارے میں کہا: ''مجہول ہے'' (اظہار التحسین ص ۱۳۳)

دیوبندی (۲):

أخرج ابن جرير عن ابن زيد رضي الله عنه قال كان هارون عليه السلام يقول آمين فقال الله قد اجيبت دعوتكما فصار التامين دعوة صار شريكه فيها۔
(الدر المنثور في التفسير بالماثور ج ۳ ص۳۱۵)
ابن جریرؒ نے ابن زید رضہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہارون علیہ السلام (چونکہ موسیٰ علیہ السلام کی دُعا پر) آمین کہتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قد اجیبت دعوتکما قبول ہو چکی دُعا تمہاری لہٰذا آمین کہنا بھی دُعا ہوا جس میں ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔
(حدیث اور اہلحدیث ص ۳۶۸)

جواب: ''ابن زید رضی اللہ عنہ'' والی روایت الدرالمنثور (۳/۳۱۵) میں بحوالہ ابن جریر مذکور ہے۔ تفسیر ابن جریر (۱۱/۱۱۱) میں یہ روایت درج ذیل سند سے موجود ہے۔ ''حدثني يونس قال :أخبرنا ابن وهب قال قال ابن زيد :كان هارون يقول آمين ''إلخ
یونس سے مراد ابن عبدالاعلیٰ، ابن وہب سے مراد عبداللہ بن وہب، اور ابن زید سے مراد عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے۔ (دیکھئے تفسیر ابن جریر ج ۱ ص ۶۷)
عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کے بارے میں محمد بن علی النیموی نے کہا:
''هو ضعيف'' وہ ضعیف ہے۔ (آثار السنن ص ۱۹۴ حاشیہ حدیث نمبر ۵۸۶)
دیوبندی حضرات آثار السنن اپنے مدارس میں پڑھاتے ہیں، یہ ان کی ''مستند'' کتاب ہے۔
(دیکھئے مقدمہ: توضیح السنن ج ۱ ص ۶۴، ۶۵)
معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم صحابی نہیں بلکہ ضعیف راوی ہے لہٰذا اس کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ عنہ'' لکھنا اردو دان طبقے کو دھوکا دینا ہے۔

دیوبندی (۳):

عن انس رضہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعطيت آمين في الصلوة وعند الدعا لم يعط احد قبلي الا ان يكون موسىٰ كان موسىٰ يدعو وهارون يؤمّن فاختموا الدعاء بآمين فان الله يستجيبه لكم۔

(تفسیر القرآن العظیم للامام ابن الکثیر ج ۱ صــ۲۱)
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے آمین عطا کی گئی ہے۔ نماز میں بھی اور دعا کے وقت بھی، یہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں ملی سوائے موسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ دعا مانگتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے لہٰذا تم لوگ دعا کو آمین کے ساتھ ختم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو قبول فرمائیں گے۔
(حدیث اور اہل حدیث ص ۳۶۸، ۳۶۹)

جواب: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت تفسیر ابن کثیر (ج ۱ ص ۳۴) میں بلا سند مذکور ہے۔ جامع المسانید والسنن لابن کثیر میں یہ روایت نہیں ملی۔ تاہم المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ لابن حجر (ج ۱ ص ۱۲۳ ح ۴۵۰) میں یہ روایت موجود ہے۔ المطالب کے محشی حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی نے کہا:

"ضعف البوصيري إسناده لضعف زربي بن عبدالله، قال : ورواه ابن خزيمة في صحيحه وتردد في ثبوته" وقال :"إن ثبت الخبر" اگر (یہ) خبر ثابت ہو تو؟ (ج ۳ ص ۳۹ ح ۱۵۸۶)

بوصیری نے اس سند کو زربی بن عبداللہ کے ضعف کی وجہ سے ضعیف کہا اور فرمایا ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسے روایت کیا اور اس کے ثبوت میں تردد کیا۔ (حاشیہ نمبر ۳)

صحیح ابن خزیمہ (ج ۳ ص ۳۹ ح ۱۵۸۶) والی سند میں زربی بن عبداللہ ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ خبر امام ابن خزیمہ کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

دیوبندی (۴):

قال عطاء آمين دعاء (بخاری ج ۱ صــ۱۰۷)
حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے۔ (ص ۳۶۹)

جواب: صحیح بخاری کے اسی صفحے (۱/۱۰۷ قبل ح ۷۸۰) پر لکھا ہوا ہے:

وقال عطاء:"آمين دعاء أمّن ابن الزبير ومن وراءه حتى إن للمسجد للجة"

ابن الزبیر نے فرمایا کہ آمین ایک دعا ہے ابن الزبیر اور ان لوگوں نے جو آپ کے پیچھے (نماز پڑھ رہے) تھے، آمین کہی تو مسجد گونج اٹھی۔

(صحیح بخاری مترجم ج ۱ ص ۳۹۱، ترجمہ ظہور الباری اعظمی دیوبندی)

بعض الناس نے اس اثر میں ''امّن ابن الزبیر'' سے لے کر آخر تک چھپا لیا ہے۔
اس مکمل قول سے معلوم ہوا کہ آمین ایسی دعا ہے جو جہراً کی جا سکتی ہے۔ رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماع میں لاؤڈ سپیکر پر اونچی دعا کرنے والوں کو اس دعوے سے شرم کرنی چاہئے، کہ ہر دعا خفیہ ہی ہوگی، جہراً نہیں ہوگی۔

دیوبندی (۵):

روی القرطبی عن مجاهد وجعفر الصادق وهلال بن يساف ان آمين اسم من اسماء الله تعالى۔ (تفسیر القرآن المظہری ج ۱ ص ۱۳)
امام قرطبیؒ نے حضرت مجاہد، امام جعفر صادق اور ہلال بن یساف رحمہم اللہ سے روایت کیا ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔
قال الله تعالى وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ۔ الآية ۷: ۲۰۵
اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو۔ (ص ۲۶۹، ۲۷۰)

جواب: مجاہد، جعفر الصادق اور ہلال بن سیاف کے اقوال تفسیر قرطبی (ج ۱ ص ۱۲۸) میں بلا سند اور ''روي'' کے صیغۂ تمریض سے منقول ہیں۔
یاد رہے کہ سلام (السلام علیکم) بھی اسم من اسماء اللہ (اللہ کے ناموں میں سے ایک نام) ہے دیکھئے صحیح البخاری کتاب الاستئذان باب السلام اسم من اسماء اللہ تعالیٰ (قبل ح ۶۲۳۰)
کیا خیال ہے؟ السلام علیکم بھی دل میں کہنا چاہئے۔
اس کے بعد بعض الناس کی ذکر کردہ روایات پر تبصرہ پیش خدمت ہے۔

دیوبندی (۶):

عن ابی هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا يقول لا تبادروا الامام اذا كبر فكبروا واذا قال ولا الضالين فقولوا آمين واذا ركع فاركعوا و اذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد - (مسلم ج ۱ ص ۱۷۶)

حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ امام پر سبقت نہ کرو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔ (ص ۳۷۰)

جواب: سنن ابی داود (کتاب الادب باب کیف الاستئذان ح ۵۱۷۷) کی ایک حدیث میں ہے کہ: نبی ﷺ نے کسی غیر کے گھر میں داخل ہونے والے کو حکم دیا:

قل: السلام علیکم، أأدخل ؟ کہو السلام علیکم، کیا میں اندر آجاؤں؟

قولوا آمین کی طرح قل: السلام علیکم ہے، کیا خیال ہے؟ دوسرے آدمی کے گھر میں جانے والا آدمی دل میں خفیہ السلام علیکم کہے گا تا کہ گھر والا سن نہ لے۔ (!)

دیو بندی (۷):

۲ عن ابی موسی الاشعری (فی حدیث طویل) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبیّن لنا سنتنا و علمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیھم و لا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ الحدیث۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۷۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رض ایک طویل حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اس میں آپ نے سنتیں بیان فرمائیں اور نماز (باجماعت) کا طریقہ سکھلایا آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو پہلے صفیں قائم کرو، پھر تم میں سے ایک تمہاری امامت کرائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائیں گے۔ (ص ۳۷۰۔۳۷۱)

جواب: دیکھئے حدیث نمبر ۱

دیوبندی (۸):

۳- عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا قال القاری غیر المغضوب علیه ولا الضالین فقال من خلفه آمین فوافق قوله قول اهل السماء غفر له ما تقدم من ذنبه۔ (مسلم ۱ ص۱۷۶)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قرات کرنے والے (امام) نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا، اور اس کے مقتدی نے آمین کہا، پس مقتدی کا آمین کہنا آسمان والوں (فرشتوں) کی آمین کہنے کے موافق ہو جائے تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (ص۱۷۱-۳۷۲)

جواب: یہ آمین بالجہر کی دلیل ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس مفہوم کی ایک روایت کے آخر میں امام السراج نے امام ابن شہاب الزہری سے روایت کیا ہے:

((كان رسول الله ﷺ إذا قال ولاالضآلين جهر بآمين))

رسول اللہ ﷺ جب ولا الضالین کہتے تو جہر سے آمین کہتے۔

(کتاب السراج ص۳۵ ب قلمی مصور، وفتح الباری ج۲ ص۲۶۴ ح۷۸۰)

دیوبندی (۹):

۴- عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین فان الملائکة تقول آمین وان الامام یقول آمین فمن وافق تامینه تامین الملائکة غفر له ما تقدم من ذنبه۔

(مسند احمد ۲ ص۲۳۳، نسائی ص۱۴۷، دارمی ص۲۸۴، صحیح ابن خزیمہ ص۲۸۷)

حضرت ابو ہریرۃ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (ص۳۷۲)

جواب: ((فقولوا آمین)) تم آمین کہو۔ (یہ آمین بالجہر کی دلیل ہے دیکھئے حدیث نمبر۲)

دیوبندی (۱۰):

۵۔ عن الحسن ان سمرة بن جندب و عمران بن حصین تذاکرا فحدث سمرة بن جندب انه حفظ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم سکتتین سکتة اذا کبر و سکتة اذا فرغ من غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فحفظ سمرة وانکر علیه عمران بن حصین فکتبا فی ذالک الی ابی بن کعب فکان فی کتابه الیهما او فی رده علیهما ان سمرة قد حفظ۔
(ابوداود ج۱ صفحہ، ترمذی ج۱ صفحہ)

حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ حضرت سمرۃ بن جندبؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ کا آپس میں مذاکرہ ہوا۔ حضرت سمرۃؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (نماز میں) دو مرتبہ خاموش ہونا یاد رکھا ہے۔ ایک جب کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ چکتے دوسرے جب آپ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پڑھ کر فارغ ہوتے۔ حضرت عمران بن حصینؓ نے اس کا انکار کیا، پھر ایسا ہوا کہ ان دونوں حضرات نے یہ مسئلہ پوچھنے کے لیے حضرت ابی بن کعبؓ کو خط لکھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے اپنے جوابی خط میں لکھا کہ سمرۃؓ نے صحیح یاد رکھا ہے۔ (ص ۲۷۲۔۲۷۳)

جواب: ''وسکتة إذا فرغ من غير المغضوب عليهم ولاالضآلين''

دوسرا (سکتہ) جب آپ ﴿غير المغضوب عليهم ولاالضآلين﴾ پڑھ کر فارغ ہوتے تو کرتے۔ (بحوالہ ابوداود ج ۱ ص ۱۱۳ ح ۷۷۹ والترمذی ج ۱ ص ۵۹ ح ۲۵۱)

ان دونوں روایتوں کی سند میں قتادہ راوی ہیں۔ اور روایت ''عــن'' سے ہے۔ قتادہ کے بارے میں ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے کہا: ''اور قتادہ مدلس ہے۔''

(جزء رفع الیدین ص ۲۸۹ و تجلیات صفدر ج ۳ ص ۳۱۸ طبع جمیعۃ اشاعۃ العلوم الحنفیہ فیصل آباد)

اگر مدلس راوی عنعنہ کرے (عن سے روایت کرے) تو اوکاڑوی نے کہا: ''بالاتفاق ضعف کی دلیل ہے۔'' (جزء القراءۃ ص ۲۷ و تجلیات صفدر ج ۳ ص ۹۳)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے کہا: ''مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں الا یہ کہ وہ تحدیث کرے یا اس کا کوئی ثقہ متابع ہو مگر یاد رہے کہ صحیحین میں تدلیس مضر نہیں وہ دوسرے طرق سے سماع پر محمول ہے۔'' (خزائن السنن ج ۱ ص ۱)

دیوبندی (۱۱):

۶۔ عن وائل بن حجر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین واخفی بہا صوتہ الحدیث۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۶)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ چکے تو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔ (ص ۳۷۳)

جواب: اس روایت کے بارے میں نیموی نے کہا: ''وإسناده صحيح وفي متنه اضطراب'' (آثار السنن ص ۱۲۴ ح ۳۸۴)

اور اس کی سند (بظاہر) صحیح ہے اور اس کے متن میں اضطراب ہے

نیموی نے مزید کہا:

''فغايته أن الحديث مضطرب لايصح الإحتجاج لأحد الفريقين'' زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ (یہ) حدیث مضطرب ہے دونوں فریقوں میں سے کسی کے لئے (بھی) اس سے حجت پکڑنا صحیح نہیں ہے۔ (حاشیہ آثار السنن ص ۱۲۵)

اصول حدیث کے طالب علموں کو معلوم ہے کہ مضطرب روایت ضعیف ہوتی ہے۔

دیوبندی (۱۲):

۷۔ عن وائل بن حجر قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمعتہ حین قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین واخفی بہا صوتہ الحدیث۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۴)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، میں نے سنا کہ جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز آہستہ کر دی۔ (ص ۳۷۳-۳۷۴)

جواب: یہ روایت بقولِ نیموی مضطرب ہے، دیکھئے حدیث: ۶

دیوبندی (۱۳):

۸۔ علقمة بن وائل یحدث عن وائل (وقد سمعه من وائل) انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین خفض بها صوته' الحدیث۔ (منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی ج ۱ ص ۹۸)

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد حضرت وائلؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں (حضرت علقمہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائل کی زبانی بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست کر دی۔ (ص ۳۷۴)

جواب: مضطرب ہے دیکھئے حدیث : ٦

دیوبندی (۱۴):

۹۔ عن علقمة بن وائل عن ابیه انه صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین یخفض بها صوته' (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۳۲)

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہہ چکے تو آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے آپ نے اپنی آواز پست رکھی۔ (ص ۳۷۴ـ۳۷۵)

جواب: مضطرب ہے دیکھئے حدیث : ٦

دیوبندی (۱۵):

۱۰۔ علقمة بن وائل یحدث عن وائل وقد سمعته من وائل انه صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین خفض بها صوته۔ (بیہقی ج ۲ ص ۵۸)

حضرت علقمہؒ بن وائل حضرت وائلؓ سے حدیث نقل کرتے ہیں (حضرت علقمہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے خود حضرت وائل کی زبانی بھی سنا ہے) کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب آپ نے غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کر دی۔ (ص ۳۷۵)

جواب: مضطرب ہے دیکھئے حدیث : ٦

دیوبندی (۱۶):

۱۔ عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی صلی الله علیه وسلم قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال آمین وخفض بها صوته۔

(ترمذی ج ۱ ص ۵۸)

حضرت علقمہؒ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (نماز میں) غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ نے آمین کہا اور آمین کہتے ہوئے اپنی آواز پست کر دی۔ (ص ۳۷۵)

جواب: مضطرب (ضعیف) ہے دیکھئے حدیث : ۶

دیوبندی (۱۷):

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱۔ عن ابراهیم قال قال عمر اربع یُخْفِیْنَ عَنِ الامام التعوذ و بسم الله الرحمٰن الرحیم و آمین و اللّٰهم ربنا لك الحمد،

(کنز العمال ج ۸ ص ۲۷۴)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے۔ (۱) اعوذ باللہ، (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) اللّٰھم ربنا لک الحمد۔

جواب: کنز العمال (۸/۲۷۴ ح ۲۲۸۹۳) میں یہ روایت بحوالہ ابن جریر مذکور ہے۔ یہ روایت بلا سند ہے۔ ابن جریر کی کتاب (تہذیب الآثار مسند امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ) میں یہ روایت نہیں ملی۔ ابراہیم (النخعی) ۴۷ھ یا ۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔

(عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۱۴ ح ۳۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۲۴ھ میں شہید ہوئے (خلفائے راشدین ص ۷۷ تصنیف: عبدالشکور فاروقی لکھنوی) لہٰذا یہ بے سند روایت منقطع بھی ہے۔

دیوبندی (۱۸):

۲۔ روی ابو معمر عن عمر بن الخطاب انہ قال یخفی الامام اربعا التعوذ و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و آمین و ربنا لک الحمد۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۱ ص ۶۲۴)

حضرت ابومعمرؒ (حضرت ابراہیم نخعیؒ کے استاذ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لک الحمد۔ (ص ۳۷۶)

جواب: البنایہ فی شرح الہدایہ للعینی (ج ۲ ص ۲۲۶) میں یہ روایت بلا سند ہے۔

دیوبندی (۱۹):

۳۔ و روینا عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی ان عمر بن الخطاب قال یخفی الامام اربعا التعوذ و بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و آمین و ربنا لک الحمد (محلی ابن حزم ج ۲ ص ۲۸۰)

(ابن حزم کہتے ہیں کہ) ہم نے روایت کیا ہے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لک الحمد۔ (ص ۳۷۶-۳۷۷)

جواب: محلی ابن حزم (ج ۳ ص ۲۴۹ مسئلہ: ۳۶۳) میں یہ روایت بلا سند مذکور ہے۔

دیوبندی (۲۰):

۴۔ عن ابی وائل قال کان عمر و علی لا یجہران ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم و لا بالتعوذ و لا بالتامین۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۴۰)

ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ تو بسم اللہ اور اعوذ باللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔ (ص ۳۷۷)

جواب: اس روایت کے بارے میں محمد بن علی النیموی نے کہا:

''رواه الطحاوي وابن جرير، وإسناده ضعيف'' اسے طحاوی اور ابن جریر نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ (آثار السنن ح ۳۸۵)

دیوبندی (۲۱):

۵- عن ابی وائل قال لم یکن عمر وعلی یجھران بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بآمین ۔
(الجوہر النقی ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نہ تو بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے سنتے تھے۔
(ص ۳۷۷)

جواب: الجوہر النقی (نسختنا ج ۲ ص ۴۸) میں یہ روایت (ابن جریر) الطبری کی تہذیب الآثار سے منقول ہے جسے نیموی نے "إسناده ضعيف" قرار دیا ہے۔ (دیکھئے حدیث سابق: ۴)

اس کے راوی ابوسعد سعید بن المرزبان البقال کے بارے میں نیموی نے کہا:

"ضعفه غير واحد" اسے ایک سے زیادہ (محدثین) نے ضعیف کہا ہے۔ (تعلیق آثار السنن ص ۱۲۹)

دیوبندی (۲۲):

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۶- عن ابی وائل قال کان علی وابن مسعود لا یجھران بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین۔
(معجم طبرانی کبیر ج ۹ ص ۲۶۳)

حضرت ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نہ تو اعوذ باللہ، بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھتے تھے اور نہ ہی آمین اونچی آواز سے کہتے تھے۔ (ص ۳۷۷-۳۷۸)

جواب: المعجم الکبیر للطبرانی (نسختنا ۹/۳۰۲ ح ۹۳۰۴) میں ابوسعد البقال ہے جس کی وجہ سے نیموی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے حدیث سابق: ۴، ۵)

دیوبندی (۲۳):

۷- عن علقمة والاسود کلیھما عن ابن مسعود قال یخفی الامام ثلاثا التعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین ۔ (محلی ابن حزم ج ۲ ص ۲۸۰)

حضرت علقمہؒ اور اسودؒ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام تین چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ (۳) آمین۔ (ص ۳۷۸)

جواب: المحلی لابن حزم (ج ۳ ص ۲۴۹ مسئلہ: ۳۶۳)

اس کا راوی ابوحمزہ میمون الاعور القصاب الکوفی ہے، **وهو ضعيف متروك الحديث**

(المحلی، حاشیہ حوالہ مذکورہ)

میمون ابوحمزہ کے بارے میں زیلعی حنفی نے کہا:

"**قال الدار قطني :أبو حمزة هذا ميمون وهو ضعيف الحديث، قال ابن الجوزي في التحقيق:وقال أحمد :هو متروك ، وقال ابن معين : ليس بشئ وقال النسائي:ليس بثقة**" (نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۷۳)

دیوبندی (۲۴):

حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے اور فتویٰ بھی آمین کے آہستہ آواز سے کہنے کا دیتے تھے

۸- عن ابراهيم قال خمس يخفين سبحانك اللهم وبحمدك والتعوذ وبسم الله الرحمٰن الرحيم وآمين واللهم ربنا لك الحمد.

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۵ ج ۱ ۳۶۰)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں (۱) سبحانك اللهم وبحمدك (۲) اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴) آمین (۵) ربنا لك الحمد۔ (ص ۳۷۸)

جواب: اس کا راوی سفیان (بن سعید الثوری) ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ح ۲۵۹۷ ومصنف ابن ابی شیبہ ح ۸۸۴۹)

سفیان الثوری کے بارے میں امین اوکاڑوی نے کہا: "سفیان مدلس، علاء بن صالح شیعہ، محمد بن کثیر ضعیف ہے" (مجموعہ رسائل ج ۳ ص ۳۳۱ طبع اول ستمبر ۱۹۹۴ء)

دیوبندی اصول سے یہ روایت ضعیف ہے، اگر امام بخاری کے کلام کو مدنظر رکھتے ہوئے سفیان عن منصور کو قوی قرار دیا جائے تو یہ ابراہیم النخعی کا قول ہے جس کا تعلق مقتدیوں سے نہیں بلکہ صرف امام سے ہے، اور احادیثِ مرفوعہ، آثارِ صحابہ اور آثارِ تابعین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

دیوبندی (۲۵):

۹۔ عن ابراھیم قال اربع یخفیھن الامام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والاستعاذۃ وآمین واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ قال ربنا لک الحمد۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص۸۷ و مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۲ ص۵۳۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (۱) بسم اللہ (۲) اعوذ باللہ (۳) آمین (۴) سمع اللہ لمن حمدہ، کے بعد ربنا لک الحمد۔ (ص ۳۷۸۔۳۷۹)

جواب: اس کا راوی حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے، حافظ ہیثمی نے کہا:

" ولایقبل من حدیث حماد إلا مارواہ عنہ القدماء شعبة وسفیان الثوري والدستوائي ومن عدا ھؤلاء رووا عنہ بعدالإختلاط "

حماد کی صرف وہی روایت مقبول ہے جو اس سے اس کے قدیم شاگردوں شعبہ، سفیان ثوری اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کی ہے ان کے علاوہ سب لوگوں نے اس کے اختلاط کے بعد روایت لی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۹، ۱۲۰)

روایت مذکورہ میں اس کا شاگرد معمر (بن راشد) ہے۔ دوسری روایت (ابن ابی شیبہ ح ۸۸۴۸) میں محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔ (فیض الباری ۳/ ۱۶۸ تصنیف: انور شاہ کشمیری دیوبندی)

حافظ ہیثمی کے بارے میں سرفراز خان صفدر نے کہا: '' اور اپنے وقت میں اگر علامہ ہیثمی کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی؟'' (احسن الکلام ج ۱ ص ۲۳۳ طبع دوم)

نیز دیکھئے تسکین الصدور (ص ۲۴۲، ۲۴۵)

دیوبندی (۲۶):

۱۰۔ عن ابراھیم انہ کان یُسِرُّ آمین۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۹۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ وہ آمین سراً کہتے تھے۔ (ص ۳۷۹)

جواب: اس روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ ابراہیم (نخعی) کب خفیہ (سراً) آمین کہتے تھے؟ نماز میں یا نماز سے باہر؟ اگر نماز میں تو پھر جہری نماز میں سراً کہتے تھے یا سری نماز میں؟ یہ عین ممکن ہے کہ اس اثر سے مراد یہ ہو کہ ابراہیم نخعی سری نمازوں میں سراً آمین کہتے تھے۔

تابعین کے بارے میں دیوبندیوں کی پسندیدہ کتاب ''تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان'' میں لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

''اگر صحابہ کے آثار ہوں اور مختلف ہوں تو انتخاب کرتا ہوں اور اگر تابعین کی بات ہو تو ان کی مزاحمت کرتا ہوں یعنی ان کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں'' (ص ۲۴۱)

اس حوالے سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

اول: امام صاحب تابعین کے اقوال وافعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔

دوم: امام صاحب تابعین میں سے نہیں ہیں۔ اگر وہ خود تابعین میں سے ہوتے تو پھر تابعین کا علیحدہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

دیوبندی (۲۷):

حضرت امام شعبیؒ اور حضرت ابراہیم تیمیؒ بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے

۱۱۔ قال الطبری وروی ذالک عن ابن مسعود وروی عن النخعی والشعبی وابراهیم التیمی کانوا یخفون بآمین۔ (الجوہر النقی ج ۲ ص ۵۸)

امام ابن جریر طبریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی مروی ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ امام نخعیؒ، امام شعبیؒ اور ابراہیم تیمیؒ بھی آمین آہستہ آواز ہی سے کہتے تھے۔ (ص ۳۷۹)

جواب: الجوہر النقی میں الطبری کے یہ سارے حوالے بے سند اور ''رُوِي'' کے صیغے سے مذکور ہیں۔

دیوبندی (۲۸):

حضرت سفیان ثوریؒ کا مسلک بھی آمین آہستہ آواز ہی سے کہنے کا ہے

۱۱۔ وقال سفیان الثوری وابو حنیفة یقولها الامام سرا ذهبوا الی تقلید عمر بن الخطاب وابن مسعود رضی الله عنهما۔ (المحلی ابن حزم ج ۳ ص ۲۶۴)

حضرت سفیان ثوریؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام آمین سراً کہے اس میں انہوں نے حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تقلید کی ہے۔ (ص ۳۷۹)

جواب: المحلیٰ کے مصنف حافظ ابن حزم کی پیدائش، سفیان ثوری اور ابوحنیفہ کی وفات کے بعد ہوئی ہے لہٰذا یہ سارے حوالے بے سند ہیں۔

دیوبندی (۲۹):

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں آہستہ آواز سے آمین کہیں،

اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال اربع یخافت بھن الامام سبحانک اللھم وبحمدک والتعوذ من الشیطان الرجیم وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم وآمین قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ۔

(کتاب الآثار امام ابی حنیفۃ بروایت امام محمد ص ۲۲)

(امام محمدؒ فرماتے ہیں) ہمیں خبر دی حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بروایت حمادؒ حضرت امام نخعیؒ سے انہوں نے فرمایا کہ امام چار چیزوں کو آہستہ آواز سے کہے (۱) سبحانک اللھم وبحمدک (۲) اعوذ باللہ (۳) بسم اللہ (۴) آمین۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہ قول ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا۔

(ص ۳۸۰)

جواب: کتاب الآثار کے مصنف محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "جھمي كذاب" (لسان المیزان ج ۵ ص ۱۲۳، کتاب الضعفاء للعقیلی ۵۲/۴ وسندہ صحیح)

سرفراز صفدر دیوبندی صاحب نے حافظ ذہبی کے ایک غلط قول کو آنکھیں بند کر کے لکھا ہے کہ "امام ابن معین غالی حنفیوں میں شمار کیے جاتے ہیں"

(الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۹۹، طبع ۱۴۱۳ھ)

سرفراز خان صاحب نے قاضی ابویوسف کے بارے میں لکھا کہ "فقہ میں حنفی اور من اصحاب ابی حنیفہ تھے" (طائفہ منصورہ ص ۵۲، ۵۳)

دیوبندی (۳۰):

قال النووی " وقال ابوحنیفۃ والثوری یسرون بالتامین وکذا قالہ مالک فی المأموم" الخ۔ (المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۳۷۳)

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ مقتدی آمین سراً کہیں، اور مقتدی کے بارے میں حضرت امام مالکؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (ص ۳۸۰)

جواب: علامہ نووی کی پیدائش، امام مالک، سفیان الثوری اور ابوحنیفہ کی وفات کے بہت بعد ہوئی لہٰذا المجموع شرح المہذب کا حوالہ بلاسند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

دیوبندی (۳۱):

امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام تو آمین کہے ہی نہیں مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں،

قال مالکؒ " ویخفی من خلف الامام آمین ولا یقل الامام آمین ولا بأس بالرجل وحده ان یقول آمین " (المدونۃ الکبریٰ ۱ صلـ)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہے اور امام آمین نہ کہے، البتہ جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اس کے آمین کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (ص ۳۸۱)

جواب: ''المدونۃ الکبریٰ'' امام مالک کی کتاب نہیں ہے۔ صاحب مدونہ ''سحنون'' تک متصل سند نا معلوم ہے لہٰذا یہ ساری کتاب بے سند ہوئی۔ ایک مشہور عالم ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی صاحب سحنون، جو کہ مجتہدین میں سے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۴/۲۰۵) انھوں نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے (ایضاً ص ۲۰۶) وہ مدونہ کو ''مدوّدہ'' (کیڑوں والی کتاب) کہتے تھے (العبر فی خبر من غبر ۱۲۲/۲ دوسرا نسخہ ۱/۴۴۳) الشیخ ابوعثمان اہلسنت کے اماموں میں سے تھے۔ آپ ۳۰۲ھ میں فوت ہوئے رحمہ اللہ، سحنون کے بارے میں امام ابویعلیٰ الخلیلی فرماتے ہیں:

''لم یرض أهل الحدیث حفظه'' محدثین اس کے حافظے پر راضی نہیں ہیں۔

(الارشاد ج ۱ ص ۲۶۹ ولسان المیزان ج ۳ ص ۸)

ابوالعرب نے سحنون کی بہت زیادہ تعریف کی ہے لیکن خلیلی کا بہت بڑا مقام ہے۔ معلوم ہوا کہ سحنون مختلف فیہ راوی ہے۔ اگر یہ غیر مستند کتاب: المدونہ، سحنون تک صحیح ثابت بھی ہوتی تو موطأ امام مالک (ج ۱ ص ۸۷ ح ۱۹۱ تحقیقی) کی حدیث:

''إذا أمن الإمام فأمنوا'' جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو۔

کے مقابلے میں مردود تھی ۔ کیونکہ اس بے سند کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ''اور امام آمین نہ کہے'' اس بے سند کتاب کے دوسرے مسئلے بھی دیوبندی حضرات نہیں مانتے ، مثلاً (ج ا ص ٦٨) پر لکھا ہوا ہے:

☆ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سراً بھی نہیں پڑھنی چاہئے۔

☆ بقول المدونۃ الکبریٰ: امام مالک کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔ (ج ا ص ٧٦)

ان مسائل کے بارے میں کیا خیال ہے؟

دیوبندی (٣٢):

امام شافعیؒ کا مسلک ہے کہ امام تو اونچی آواز سے آمین کہے لیکن مقتدی آہستہ آواز سے آمین کہیں'

قال الشافعیؒ فاذا فرغ من قراءة ام القرآن قال آمین و رفع بها صوته لیقتدی به من کان خلفه و اذا قال قالوها واسمعوا انفسهم ولا احب ان یجهروا بها فان فعلوا فلا شيء علیهم "

(کتاب الام ج ا ص ...)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام سورۃ فاتحہ پڑھ چکے تو اونچی آواز سے آمین کہے تاکہ مقتدی بھی (سن کر آمین کہنے میں) امام کی اقتداء کریں اور جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی آمین کہیں اور اپنے آپ کو سنائیں اور میں مقتدیوں کے لیے آمین بالجہر کو پسند نہیں کرتا ، تاہم اگر وہ ایسا کریں تو ان پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

(ص ٣٨١)

جواب: امام شافعی کے اس قول سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

اول: امام اونچی آواز سے آمین کہے۔ (دیوبندی اس کے سراسر خلاف ہیں)

دوم: مقتدی اونچی آواز سے آمین نہ کہے۔ (اور اگر کہہ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے)

امام ترمذی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے: ''أن یرفع الرجل صوته بالتأمین''

آدمی کو اونچی آواز سے آمین کہنی چاہیئے۔ (باب ما جاء فی التأمین ح ٢٤٨)

اس قول کی صحیح سند یں امام ترمذی کی کتاب ''العلل'' (طبع بیت الافکار ص ٦٠٨) میں

موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ امام شافعی کے قول کی شق نمبر دو (۲) خود ان کے فتوے کی رو سے منسوخ ہے۔

دیوبندی (۳۴):

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی م ۶۰۶ھ کی تحقیق

قال ابو حنیفة رحمه الله اخفاء التامین افضل وقال الشافعی رحمه الله اعلانه افضل واحتج ابو حنیفة علی صحة قوله قال فی قوله آمین وجهان احدهما انه دعاء والثانی انه من اسماء الله فان کان دعاء وجب اخفاؤه لقوله تعالیٰ (ادعوا ربکم تضرعا وخفیة) وان کان اسما من اسماء الله تعالیٰ وجب اخفاؤه لقوله تعالیٰ (واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفة) فان لم یثبت الوجوب فلا اقل من الندبیة ونحن بهذا القول نقول۔ (التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی ج ۱ ص ...)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اونچی آواز سے کہنا افضل ہے، امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ آمین کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آمین دعا ہے، دوسرا یہ کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، اگر آمین دُعا ہے تو پھر اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً۔ تم لوگ اپنے پروردگار سے دُعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے، اور اگر آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے تو بھی اس کا اخفاء واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً۔ اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اگر اخفاء کا وجوب ثابت نہ بھی ہو تو کم از کم مندوب و مستحب ہونا تو ثابت ہوتا ہی ہے اور ہم بھی یہی قول کہتے ہیں (کہ آمین آہستہ ہی کہنی چاہیے)

(ص ۳۸۲-۳۸۳)

جواب: امام شافعی وامام ابوحنیفہ کی وفات کے بہت عرصہ بعد فخر الدین الرازی پیدا ہوئے تھے لہٰذا یہ نقل بلاسند ہے۔ یہ ہے ''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کے کل دلائل کا جائزہ، آگے بعض الناس نے چالاکی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''قرآن وسنت آثار صحابہ وتابعین اور اقوال ائمۂ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہئے......'' (ص ۳۸٦) حالانکہ اونچی آواز سے آمین: رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام وتابعین عظام اور ائمۂ مجتہدین سے ثابت ہے۔

حسین احمد (مدنی) دیوبندی نے کہا:

''امام اعظم اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ سریہ و جہریہ دونوں میں امام اور مقتدی سب سراً آمین کہیں اور امام مالک اور امام شافعی جہراً کہتے تھے۔

(تقریر ترمذی ص ۳۸۸ طبع کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

امام مالک کی روایت تو نہیں ملی۔ جبکہ آمین بالجہر کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں:

''وبه يقول الشافعي وأحمد و إسحاق'' اور شافعی، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) اسی کے قائل ہیں۔ (جامع الترمذی ح ۲۴۸)

''صحابہ جہری نماز میں جہراً آمین کہتے تھے اور اخفاء میں آہستہ سے، آپ کی موافقت میں کہتے تھے۔ نماز میں جہراً آمین کہنے کے بارے میں حدیثیں آئی ہیں۔ امام شافعی اور احمد کا مذہب اسی طرح ہے....'' (مدارج النبوت ج ا ص ۵۲۹ مترجم طبع مکتبہ اسلامیہ لاہور)

دیوبندی (۴۴):

> مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ احادیث وآثار اور اقوال ائمہ مجتہدین سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔
>
> (۱) جس وقت امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے اس وقت امام اور مقتدی دونوں کے لیے آمین کہنا سنت ہے۔
>
> (ص ۳۸۴)

جواب: آمین بالجہر کہنا سنت ہے جیسا کہ دلائل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

دیوبندی (۳۵):

> (۲) آمین آہستہ آواز سے کہنی سنت ہے اوّل تو اس لیے کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ آمین دُعا ہے جیسا کہ آیت کریمہ "قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا" اور اس کی تفسیر میں وارد احادیث سے واضح ہے اور دُعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ آہستہ کی جائے۔ یہی انبیاء کی سنت ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قرآن پاک میں مذکور دُعا سے واضح ہے، ثانیاً اس لیے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے، ان روایات کے پیش نظر آمین کہنا ذکر ہوا اور ذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ وہ دل میں اور آہستہ کیا جائے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت امام اعظمؒ نے آہستہ آواز سے کہنے کو مسنون قرار دیا جیسا کہ حضرت امام فخرالدین رازیؒ کے بیان سے ظاہر ہے۔ (ص ۳۸۳)

جواب: اس کا جواب پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے۔ جہری نماز میں آہستہ آمین کہنا بالکل ثابت نہیں ہے۔

دیوبندی (۳۶):

> (۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت وائل رضؓ کی احادیث سے واضح ہے، نیز آپ کا تکبیر اولیٰ کہہ کر سکوت اختیار کرنا پھر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دوبارہ سکوت کرنا اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ کر آہستہ آواز سے ثناء پڑھتے تھے اور سورۂ فاتحہ ختم کر کے ثناء کی طرح آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے۔
> (ص ۳۸۳۔۳۸۴)

جواب: یہ ثابت نہیں ہے، کیونکہ نبی ﷺ آمین بالجہر کہتے تھے، جو بادلائل گزر چکا ہے۔

دیوبندی (۳۷):

> ۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنی چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہنے پر مقتدیوں کو آمین کہنے کا حکم فرمایا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام بلند آواز سے آمین نہیں کہتا ورنہ اس کے ولا الضالین کہنے پر آمین کہنے کا حکم نہ دیا جاتا نیز آپ نے یہ جو فرمایا کہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے اور امام دونوں آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے ہیں کیونکہ اگر فرشتوں اور امام کی آمین اونچی آواز سے ہوتی تو لوگ ان کی آمین کی آواز خود ہی سن لیتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ بتانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی کہ فرشتے اور امام بھی آمین کہتے ہیں۔ (ص ۳۸۴)

جواب: اس کا جواب بھی گزر چکا ہے۔

دیوبندی (۳۸):

۵۔ حدیث میں نمازی کی آمین کے ملائکہ کی آمین کے ساتھ موافق ہونے پر مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ نمازی کی آمین میں فرشتوں کے ساتھ موافقت کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) یہ موافقت وقت میں بھی ہو سکتی ہے یعنی جب امام ولا الضالین ختم کرتا ہے تو فرشتے فوراً آمین کہتے ہیں ہمیں بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے اسی وقت آمین کہنی چاہیئے (۲) خشوع واخلاص میں بھی موافقت ہو سکتی ہے جیسے فرشتے انتہائی خشوع اور اخلاص کے ساتھ کہتے ہیں ہمیں بھی ایسے ہی کہنی چاہیئے (۳) اخفاء میں بھی موافقت ہو سکتی ہے یعنی جیسے فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں حتی کہ ان کی آمین کی آواز سنائی نہیں دیتی ایسے ہی ہمیں بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیئے۔ (ص ۳۸۴، ۳۸۵)

جواب: اس کا جواب بھی گزر چکا ہے اور کیا دیوبندی حضرات فرشتوں کے دوسرے امور دیکھتے یا سنتے ہیں؟ کہ انھوں نے آمین کی آواز نہ سننے کی وجہ سے ''فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں'' کا حکم لگا دیا۔

دیوبندی (۳۹):

۶۔ خلفاء راشدین بھی آہستہ آواز سے آمین کہتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ، ابو معمرؒ وغیرہما کے آثار سے واضح ہے۔

۷۔ اکثر صحابہ کرام اور تابعین بھی آہستہ آواز ہی سے آمین کہتے تھے۔

۸۔ ائمہ اربعہ میں سے تین امام حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ تینوں اس بات کے قائل ہیں کہ مقتدیوں کو آہستہ آواز ہی سے آمین کہنی چاہیئے جیسا کہ خود ان کی اپنی تصانیف میں ان کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے۔

۹۔ مذکورہ احادیث سے جہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا سنت ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آمین کہنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی صرف ایک مرتبہ آمین کہیں اور دونوں کی آمین اکٹھی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ امام جب ولا الضالین کہہ کر سکوت کرے تو مقتدی فوراً آمین کہہ لیں اس صورت میں امام اور مقتدی دونوں کی آمین اکٹھی ہو جائے گی کیونکہ امام بھی ولا الضالین کے بعد متصلاً آمین کہے گا۔

۱۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے کہ جب قاری ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ امام ہی پڑھے گا مقتدی نہیں کیونکہ اگر مقتدی بھی سورۂ فاتحہ پڑھتا تو پھر یہ نہ فرماتے کہ امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو بلکہ آپ فرماتے کہ جب تم ولا الضالین کہہ چکو تو آمین کہو۔

لیکن قرآن وسنت، آثار صحابہ وتابعین اور اقوال ائمہ مجتہدین کے خلاف غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ آمین اونچی آواز سے کہنی چاہیئے اونچی آواز سے آمین کہنا سنت ہے اور جو شخص ان آیات واحادیث اور آثار صحابہ کے پیش نظر ان سے کہے کہ بھائی آمین آہستہ آواز سے کہو تو وہ اسے تارک سنت سمجھ کر نفرت وحقارت سے دیکھتے ہیں حتی کہ وہ اسے یہودی تک کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے نیز وہ ایک آمین کے بجائے دو آمین کے بھی قائل ہیں۔

(ص ۳۸۵۔۳۸۶)

جواب: یہ شبہات ہیں ان کا ازالہ احسن طریقہ سے ہو چکا ہے۔

دیو بندی (۴۰):

اس سلسلہ میں غیر مقلدین کی چند تحریرات ملاحظہ فرمائیے۔

یونس دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

" مغرب و عشاء اور صبح کی نماز میں جب امام اور مقتدی سورۂ فاتحہ کی پچھلی آیت کو ختم کر چکیں تو پہلے امام پھر مقتدی پکار کر آمین کہیں۔ الخ۔ (دستور المتقی ص۱۱۱)

جماعت غرباء اہلحدیث کے سابق امام مفتی عبدالستار رقمطراز ہیں۔

" پس آجکل بھی جو نا عاقبت اندیش و فتنہ انگیز اونچی آمین سے پڑھنے اور کہنے والوں سے حسد رکھے وہ یقیناً یہودی ہے۔"
(فتح آمین بالجہر ص۱۲ بحوالہ الجواد المتین ص۱۱)

مولوی محمد صاحب جوناگڑھی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

" خیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نری یہودیت ہے کہ اپنے امام کی بابت قیاس پر بھروسہ کر بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کو چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چڑنا۔"
(دلائل محمدی ج۱ ص۲۲ بحوالہ نیل الحقین ص۱۱)

مولوی خالد گرجاکھی صاحب کے ابا جان مولوی نور محمد گرجاکھی صاحب یوں ابر اگلتے ہیں۔

" اے منکرین آمین اور آمین بالجہر سے روکنے والو سوچو کہ تم کس قدر بے نصیب اور نامراد ہو بلکہ اوروں کو بھی اس نعمت سے نامراد اور بے نصیب کرتے ہو۔"
(اثبات آمین بالجہر ص۲۳ مشمولہ استیصال التقلید)

یہی مولوی نور محمد صاحب اپنے رسالے میں آگے چل کر دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ایسی سوقیانہ زبان استعمال کرتے ہیں کہ پناہ بخدا تبرابازی کی اس سے بدتر مثال شاید نہ پیش کی جا سکے۔ یہ صاحب حنفیوں اور یہودیوں میں مماثلت ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔

(۱) یہودی آمین بالجہر سے جلتے تھے ——— حنفی بھی آمین بالجہر سے جلتے ہیں۔
(۲) یہودی جمعہ پڑھنے سے حسد کرتے تھے ——— حنفی بھی جمعہ کی تردید میں مضمون لکھتے ہیں۔
(۳) یہودی قبلہ پر حسد کرتے تھے ——— حنفی بدعتی بغداد کی طرف منہ کر لیتے ہیں۔
(۴) یہودی صفوں کی درستی سے جلتے تھے ——— حنفی بھی پاؤں سے پاؤں ملانے سے جلتے ہیں۔
(۵) یہودی سلام سے حسد کرتے تھے ——— حنفی بھی محمدیوں سے سلام پسند نہیں کرتے۔
(۶) یہودی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے تھے ——— حنفی بھی علماء و مشائخ کی تقلید کرتے ہیں۔
(۷) یہودی لوگوں کو تقلید پر مجبور کرتے تھے ——— حنفی بھی عوام کو تقلید پر مجبور کرتے ہیں۔
(۸) یہودی اقوال احبار پیش کرتے تھے ——— حنفی بھی اقوال رجال ہی پیش کرتے ہیں۔
(۹) یہودی حضرت موسیٰ ؑ کی کتاب کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئے تھے ——— حنفی بھی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر صراط مستقیم بھول گئے۔
(۱۰) جو لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کریں گے وہ اس امت کے یہودی ہیں ——— حنفی لوگ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں لہٰذا یہی اس امت کے یہودی ہیں۔"
(اثبات آمین بالجہر ص۲۵) (ص ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸)

جواب: یہ فتاویٰ انھی لوگوں پر فٹ ہوتے ہیں، جو کہ علم کے باوجود آمین بالجہر سے چڑتے ہیں اور آمین بالجہر کہنے والوں کو ہاتھ اور زبان سے ایذا پہنچاتے ہیں۔ بلکہ مار کٹائی کر کے اپنی مسجدوں سے باہر نکال دیتے ہیں، اور پھر بغیر کسی خوف وحیا کے آمین بالجہر کو آمین بالشر کہتے ہیں۔ دیکھئے کلمۃ الحق ص ۶۱، ہدیہ اہل حدیث از افادات اشرف علی تھانوی ص ۱۹۵

واللہ من ورآئھم محیط

آمین بالجہر اور امین اوکاڑوی

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی حیاتی نے ''تحقیق مسئلہ آمین'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس کے اکثر شبہات کا جواب ہماری اس کتاب اور القول المتین (حصۂ اول) میں آ گیا ہے۔ اس اوکاڑوی کی کتاب کی بعض باتوں کا جائزہ درج ذیل ہے:

''میں نے کہا: سرے سے یہ ہی ثابت نہیں کہ عطاء کی ملاقات دو سو صحابہ سے ہوئی ہو، اور یہ تو بالکل ہی غلط ہے کہ ابن زبیر کے وقت تک کسی ایک شہر میں دو سو صحابہ موجود ہوں''

(تحقیق مسئلہ آمین ص ۴۴)

ایک دوسرے مقام پر اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:

''مکہ مکرمہ بھی اسلام اور مسلمانوں کا مرکز ہے حضرت عطاء بن ابی رباح یہاں کے مفتی ہیں دو سو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔'' (نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ کی شرعی حیثیت ص ۹)

مطلب کے لئے ''ملاقات کا شرف حاصل ہے۔'' اور اگر روایت مطلب کے خلاف ہے تو ملاقات ''ثابت نہیں'' یہ ہے دیوبندی انصاف!

(۱) اوکاڑوی صاحب نے ص ۶، ۷ پر بحوالہ ابن خزیمہ ایک روایت لکھی ہے:

''إن الله أعطاني التأمين ....'' إلخ

یہ روایت صحیح ابن خزیمہ (۳/۳۹ ح ۱۵۸۶) میں زربی بن عبداللہ عن انس کی سند سے موجود ہے۔ امام ابن خزیمہ نے اس کے ثبوت میں شک کا اظہار کیا ہے، یعنی ان کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے جیسا کہ بحوالہ بوصیری پیچھے گزر چکا ہے: ''یہ روایت زربی بن عبداللہ

کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔''

(۲) فصل چہارم میں ص ۸ تا ۱۱، اوکاڑوی صاحب نے آٹھ دلیلیں پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دعا آہستہ کرنی چاہئے۔ ساتویں دلیل کا راوی معاویہ بن یحییٰ الصدفی باعتراف امین اوکاڑوی: ضعیف عند الہیثمی ہے، آٹھویں دلیل بے سند ہے یہ آٹھ دلیلیں پیش کر کے اوکاڑوی صاحب نے رائے ونڈ کی جہری دعا کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا جو یہ لوگ تبلیغی اجتماع کے آخری دن لاؤڈ سپیکر پر کرتے ہیں۔ اور اس دعا میں شمولیت کے لئے دیوبندی اور دیوبندی نما لوگ ''تشریف'' لے جاتے ہیں۔

(۳) ص ۲۶ پر حدیث السکتتین ذکر کی ہے جس کے بارے میں ابوبکر الجصاص حنفی کہتا ہے:

''أما حديث السكتتين فهو غير ثابت'' اور سکتوں کی جو حدیث ہے وہ غیر ثابت ہے۔

(احکام القرآن ج ۴ ص ۲۱۷)

یاد رہے کہ قولِ راجح میں یہ دونوں سکتے قراءت کے اختتام پر ہیں، فاتحہ کے اختتام پر نہیں۔

(۴) ص ۲۶ پر اوکاڑوی صاحب نے بحوالہ ابوبکر بن ابی شیبہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سکتتین والی روایت نقل کی ہے۔ مجھے یہ روایت نہیں ملی، تمام دیوبندیوں سے ''مؤدبانہ'' درخواست ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ کی کتاب سے یہ روایت باحوالہ مع سند و متن پیش کریں تا کہ اوکاڑوی صاحب کو وضعِ حدیث کے سنگین الزام سے بچایا جا سکے ورنہ پھر نتیجہ ظاہر ہے۔

(۵) اوکاڑوی صاحب نے ص ۳۰ پر ابراہیم نخعی کے بارے میں ''سید التابعین'' لکھا ہے جبکہ ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''فإن قول التابعي لا حجة فيه'' بے شک تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔

(اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۴۹)

(۶) اوکاڑوی صاحب نے ص ۴۴ پر بحوالہ طحاوی (معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲۰) عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ''وہ سرے سے آمین ہی نہ کہتے تھے'' مجھے یہ روایت

شرح معانی الآثار میں نہیں ملی۔

(۷) اوکاڑوی صاحب نے بحوالہ مجمع الزوائد (۱/ ۱۸۷) طبرانی کی المعجم الکبیر سے نقل کیا ہے: ''حضور ﷺ نے قال: آمین ثلاث مرات ص ۵۴'' یہ روایت ہمارے نسخہ میں (ج ۲ ص ۱۱۳) اور المعجم الکبیر (ج ۲۲ ص ۲۲ ح ۳۸) میں موجود ہے۔ اس کے راوی ابواسحاق کے بارے میں اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''جس کا حافظہ آخری زمانہ میں صحیح نہیں رہا تھا۔ پس یہ حدیث قابلِ استدلال نہیں ہے۔'' (تحقیق مسئلہ آمین ص ۵۳)

اور عبدالجبار عن ابیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ''امام بخاری، ابن معین، ترمذی اور نسائی وغیرہ سب متفق ہیں کہ عبدالجبار نے اپنے باپ سے کوئی روایت نہیں سنی.........پس یہ روایت مرسل ہوئی'' (ایضاً ص ۵۳) معلوم ہوا کہ یہ روایت اوکاڑوی صاحب کے اپنے اصول سے بھی ضعیف ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کے پاس آمین بالجہر کے خلاف اور آمین بالسر کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

﴿فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ﴾ (التوبۃ: ۴۵)

وما علینا إلا البلاغ

أطراف الأحاديث والآثار

فہرست

راویانِ حدیث والآثار

القول المتین فی الجهر بالتأمین
(طبعۃ جدیدۃ مع مراجعۃ وزیادات)
حافظ زبیر علی زئی

٧ جمادی الثانیہ ١٤٢٨ھ

امین اوکاڑوی کا
تعاقب
حافظ زبیر علی زئی
نعمان پبلیکیشنز

أم لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم يأذن به الله
حقیقۃ الفقہ
تالیف
مولانا محمد یوسف جے پوری
نعمان پبلیکیشنز

دین میں
تقلید کا مسئلہ
تالیف
حافظ زبیر علی زئی
نعمان پبلیکیشنز